پاکستان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا خواتین کا مقبول ترین ہفت روزہ

خواتین کا اسلام

قیمت: ۴۰ روپے

۱۱۱۶ بدھ ۲۷ ربیع الاوّل ۱۴۴۶ھ مطابق ۲- اکتوبر ۲۰۲۴ء

دو رُخ

بچے گھڑے

پرانی صبحیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

القرآن

ایفائے عہد

اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ پھٹکنا مگر ایسے طریق سے کہ بہت بہتر ہو، یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے اور عہد کو پُورا کرو کہ عہد کے بارے میں ضرور پُرسش ہوگی اور جب کوئی چیز ماپ کر دینے لگو تو پیمانہ پُورا بھرا کرو اور جب تول کر دو تو ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو، یہ بہت اچھی بات اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت بہتر ہے۔

(سورۂ بنی اسرائیل، آیات:34،35)

الحدیث

وعدۂ وفا

حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ مجھے چھے باتوں کی ضمانت دو تو میں تمھیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں: (1) بات کرو تو سچ بولو (2) وعدہ کرو تو وفا کرو (3) امانت رکھو تو ادا کرو (4) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو (5) اپنی آنکھوں کی بدنگاہی سے حفاظت کرو (6) کسی پر ظلم و زیادتی کرنے سے اپنے ہاتھوں کو دور رکھو۔

(رواہ احمد)

مولانا مفتی محمد ابراھیم صادق آبادی

نمازِ وتر:

سوال: میں نمازِ وتر تہجد کے بعد پڑھتی ہوں، لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آنکھ دیر سے کھلتی ہے اور وقت ختم ہو رہا ہوتا ہے تو وضو کر کے جلدی سے وتر شروع کر دیتی ہوں، پھر اس میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ کبھی سلام پھیرنے سے پہلے فجر کی اذانیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اس نماز کا کیا حکم ہے؟ ہوگئی یا دہرانی پڑے گی؟ اور ایسے موقع پر نیت ادا کی کی جائے یا قضا کی؟ (لبنیٰ۔ کراچی)

جواب: اگر تہجد میں اٹھنے کی مستقل عادت ہے اور شاذ و نادر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آنکھ نہیں کھلتی تو اپنا معمول جاری رکھیں اور وتر تہجد کے بعد پڑھیں۔ کبھی آنکھ نہ کھلے اور وقت نکل جائے تو قضاء پڑھ لیں دیر سے آنکھ کھلے اور وقت تنگ ہو تو وتر پڑھیں، تہجد چھوڑ دیں، لیکن اذان کی آواز سنتے ہی یہ نہ سمجھ لیں کہ وقت ختم ہو گیا اس لیے کہ بہت سے مؤذن وقت سے پہلے اذان دے دیتے ہیں۔ بہتر ہے کہ کسی ماہر فن کا مرتب نقشۂ اوقات سامنے رکھیں، اگر مستقل اٹھنے کی عادت نہیں تو وتر رات کو سونے سے پہلے پڑھ لیں۔ پھر جب آنکھ کھل جائے تو تہجد پڑھ لیں۔ جب وقت باقی ہو (خواہ اذانیں شروع ہو چکی ہوں) تو وتر شروع کرتے ہوئے ادا کی نیت کریں۔ وقت ختم ہو چکا ہو تو قضاء کی نیت کریں اور شک ہو تو یوں نیت کریں کہ آج کے وتر پڑھتی ہوں۔ جو نمازیں پڑھ چکیں وہ دہرانے کی ضرورت نہیں۔

بدعت کی تردید:

سوال: (۱) بدعت کے حق میں مندرجہ ذیل دلائل پیش کیے جاتے ہیں ان کی حقیقت واضح کیجیے۔

(الف) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح باجماعت شروع کرائی جب کہ آپ سے پہلے عہد نبوت میں ایسا نہیں تھا۔ (ب) مشہور حدیث کہ جس نے کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اَجر ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کا بھی اجر ملے گا اور جس نے کوئی بُرا طریقہ ایجاد کیا اس پر وبال ہوگا اور اس پر عمل کرنے والوں کا وبال بھی اس پر ہوگا۔ (ج) صحیح مسلم کتاب العلم باب ۶ میں امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بدعت کی تقسیم کی ہے، بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ مروجہ تیجہ ساتواں بیسواں چالیسواں وغیرہ کو بدعت حسنہ سمجھ کر کیا جائے تو کیا مضائقہ ہے؟

(۲) کسی بزرگ کے ایصال ثواب کے لیے جو کھانا پکایا جاتا ہے۔ (جیسے گیارہویں شریف) بعض لوگ اسے حرام کہہ دیتے ہیں۔ حالاں کہ کسی موقع پر بھی اس میں غیر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا۔ مقصد صرف ایصال ثواب ہوتا ہے۔ اس کھانے کا کیا حکم ہے؟ (ایضاً)

جواب: تراویح باجماعت تو خود عہد نبوت میں بھی پڑھی گئی، لیکن اس پر دوام اس لیے نہیں اختیار کیا گیا کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائے۔ چنانچہ یہ علت خود حدیث میں مذکور ہے۔ سلسلۂ وحی منقطع ہونے کے بعد جب یہ فرضیت کا خدشہ دور ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی عمل نبوت کو زندہ کرتے ہوئے دوبارہ تراویح باجماعت کا حکم صادر فرمایا جس کی تمام صحابہ کرام نے تعمیل کی اور اس پر صحابہ کا اجماع ہو گیا اس میں کون سی نئی بات پائی گئی جسے جواز بدعت کی دلیل تسلیم کیا جائے؟ پھر صحابہ کرام اور بالخصوص خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا قول و عمل مستقل حجت ہے **لما قال صلی اللہ علیہ و سلم علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المھتدین** اگر بالفرض تراویح باجماعت کا وجود عہد نبوت میں نہ ہوتا تب بھی صحابہ کا عمل ہمارے لیے حجت تھا۔ صحابہ کے عمل کو بدعت کی دلیل بنانا سینہ زوری ہے۔

(ب) اچھے طریقے سے مراد خود ساختہ طریقہ (بدعت) نہیں بلکہ سنت ہے۔ چنانچہ اسی حدیث کے دوسرے طرق میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔ **ایما داعٍ دعا الی ھدیٰ** [مسلم ۲/ ۳۴۱ وغیرہ] **من احیا سنة من سنتی قد امیتت بعدی** [ترمذی ۲/ ۹۲، ابن ماجہ ۱۹]

من احیا سنة من سنتی فعمل بھا الناس [ابن ماجہ ۱۹] ان الفاظ کی روشنی میں حدیث کا مطلب واضح ہے کہ جس نے ہدایت و بھلائی کی طرف دعوت دی۔ یا مردہ سنت کو زندہ کیا تو اس پر چلنے والے تمام لوگوں کی بقدر اسے ثواب ملے گا۔ غرض حدیث میں سنت کو زندہ کرنے اور اس کی ترویج و اشاعت کی ترغیب ہے نہ کہ نئی سنت اور نیا طریقہ ایجاد کرنے کی اجازت ورنہ سوچنے کا مقام ہے کہ ایک حدیث میں جس چیز کو ضلالت اور گمراہی سے تعبیر کیا جا رہا ہے دوسری حدیث میں اس کی اجازت کیسے ہوگی؟ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راہ سنت ص ۱۱۳۔

ج: شرعی بدعت یعنی وہ جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو خیر القرون میں اس کا وجود ہو اور اسے دین سمجھ کر کیا جائے وہ تو ہے ہی بدعت سیئہ، اس میں حسنہ سیئہ کی تقسیم کے کیا معنی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **کل بدعة ضلالة** کہ ہر بدعت ضلالت و گمراہی ہے، اس قسم کی ہر بدعت بدعت سیئہ ہے۔ باقی بدعت حسنہ سے مراد لغوی بدعت ہے۔ یعنی اس قسم کا دینی کام جس کا عہد نبوت یا خیر القرون میں کوئی محرک داعی نہ تھا بعد میں پیش آیا اور وہ کام کسی نے شروع کیا تو مذموم نہیں۔ امام مسلم اور دیگر ائمہ دین کی کتابوں میں جہاں کہیں بدعت حسنہ کا ذکر آتا ہے اس سے مراد یہی لغوی بدعت ہے ورنہ شرعی بدعت تو حدیث کی رو سے مردود ہے، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **چیزے کہ مردود باشد حسن از کجا پیدا کند؟** [مکتوبات حصہ سوم ص ۷۲] تیجہ ساتواں وغیرہ جن کا خیر القرون میں کہیں کوئی وجود نہ تھا، بدعت سیئہ ہیں۔

(۲) صدقۂ خیرات اور ایصال ثواب کا مسئلہ تو برحق ہے، کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں لیکن کسی بزرگ اور مقتدا شخصیت کے لیے اگر ایصال ثواب سے مقصد اس کی رضا و خوشنودی ہو، مثلاً یہ عقیدہ رکھے کہ ایصال ثواب کیا جائے کہ ان کی روح خوش ہو کر ہماری حاجت روائی اور مشکل کشائی کرے گی تو یہ شرکیہ عقیدہ ہے اور اس مقصد کے لیے تیار کیا گیا کھانا بھی قطعی حرام ہے خواہ جانور ذبح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام ہی لیا جائے۔ اگر اس قسم کا عقیدہ نہیں اور مقصد صرف ایصال ثواب ہے تو کھانا حرام نہیں، لیکن مخصوص تاریخوں کی تعیین اور ان کا الزام بدعت ہے، اس لیے بھی ایسے کھانے سے احتراز لازم ہے۔

راحت العین

سلام ہمتِ مدیراں

''شلاماں لیکھم'' (السلام علیکم)

''وعلیکم السلام! جی کون کہاں سے؟'' میں نے مدیروں والا روایتی سوال کیا۔

''جی..... دیش بھارت، انڈیا یا ہندوشتان کی ڑیاشت گجرات کے شہڑ کھیڈا شے زیتون بانو۔ کہنا یہ تھا کہ آپ کا جو ہفت ڑوزہ 'عوڑت' کل چھائع ہوا ہے، اس کے شفحہ نمبر پندڑہ پڑتحریڑ 'مشرقی عوڑت بے بش نہیں' نقل چھدہ ہے۔

''جی! آپ کو کیسے معلوم ہے کہ یہ نقل شدہ ہے؟ یہ تو میری اپنی تحریر تھی۔ ہوسکتا ہے کہ عنوان یا مرکزی خیال کسی کی کہانی سے مماثلت رکھتا ہو۔''

''نہیں جی عینا جی! یہی کہانی 'ممبئی یا بمبئی کے ماہنامہ 'پنجابی ویڑ' میں لفج بہ لفج (لفظ بہ لفظ) چھائع ہوئی تھی۔''

''اچھا!..... پھر آپ مجھے 'پنجابی ویڑ' میں شائع شدہ تحریر رسالے کے ساتھ بھجوادیں۔''

''ہلّا'' اور فون بند ہوگیا۔ میں عجیب کشمکش میں مبتلا ہوگئی۔ کافی دیر سوچنے کے بعد تازہ ڈاک کا پہلا لفافہ چاک کر کے کہانی پڑھنی شروع کی ہی تھی کہ پھر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

''ہیلو! یہ جو کل کا 'عورت' شائع ہوا ہے، اس میں ایک کہانی 'پیڑھی بناؤ' سراسر فضول ہے۔ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، سراسر بکواس، فالتو چخ چخ او کے بائے۔''

اور میں ہاتھ مسلتی رہ گئی۔ کہانی کے ساتھ شہزانور کا خط بھی تھا۔

''مجھے معلوم ہے کہ جب آپ کو کہانی کے ساتھ پیسوں کا بھاری لفافہ لے گا تب آپ کو میری کہانی پسند آئے گی اور آپ تعریف کے ساتھ شائع کریں گی۔ صوفیہ فاروقی، ثمینہ احمد، میمونہ طاہر اور فا کہہ اسد حیدری وغیرہ کی بے تکی سی کہانیاں صرف اس وجہ سے تعریف کے ساتھ شائع ہوتی ہیں کہ وہ امیر کبیر خاندانوں سے تعلق رکھتی ہیں اور آپ کو باقاعدگی کے ساتھ 'بھاری لفافہ' بھیجتی ہیں۔ واقعی عینا صاحبہ! میرے پاس آپ کو دینے کے لیے کوئی 'بھاری لفافہ' نہیں ہے۔ اس لیے میری کہانیاں شائع نہیں ہوتیں.....'' (طویل طنز بھرا خط)

اور میں نے شہزا صاحبہ کی تحریر میں 'کہانی' اور قابل اشاعت کوئی نکتہ یا پیراگراف ڈھونڈنے کی بھرپور کوشش کی مگر ناکامی ہوئی۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

''السلام علیکم! میری کہانی 'بے تاج ملکہ' کا کیا بنا؟''

یہ 'بھاری لفافے' والی صوفیہ فاروقی تھیں۔

''وعلیکم السلام! دیکھیں روزانہ 120 کے قریب ڈاک آتی ہے۔ اب میں ان تمام کہانیوں یا مصنفوں کا نام تو یاد نہیں رکھ سکتی۔ اگر قابلِ اشاعت ہوئی تو ان شاء اللہ جلد شائع ہوگی۔''

''شکریہ میم! آپ سے یہی توقع تھی۔'' بڑبڑاہٹ کے ساتھ فون بند ہوگیا۔ ابھی سکون کا سانس نہ لے پائی تھی کہ پھر فون کی گھنٹی بجی۔

''السلام علیکم! بدین سے حفصہ حسین بات کررہی ہوں۔ میری کہانیوں 'عورتوں کا جزیرہ، نیلا سمندر، سبز آنکھیں، ڈوبتا سورج' اور ڈھیر سارے لطیفوں کا کیا بنا؟''

''تھوڑا سا انتظار کرلیں۔'' میں نے بڑی مشکل سے غصہ دبا کر تحمل سے جواب دیا اور فون بند کردیا۔ تھوڑی دیر میں پھر گھنٹی بجنے لگی۔

''السلام علیکم! میں آپ سے ملاقات کرنے آرہی ہوں۔''

''وعلیکم السلام! آپ فی الوقت ہیں کہاں؟''

''بلنڈ ٹاؤن میں۔''

''بلنڈ ٹاؤن اور ہمارے دفتر میں ایک گھنٹے کی مسافت ہے اور عشا کی اذان بس ہونے ہی والی ہے۔ اذان کے بیس منٹ بعد ہمارا دفتر بند ہوجاتا ہے، تمام ورکرز نماز پڑھ کر گھر چلے جاتے ہیں۔ اب زحمت نہ کیجیے۔ کل صبح آجایئے گا۔ آپ ساڑھے نو بجے یہاں پہنچیں گی تو ہمارا دفتر بند ملے گا۔''

''نہیں نہیں..... میں ابھی آرہی ہوں۔ کل صبح تو مجھے واپس بلوچستان جانا ہے۔''

اور فون بند ہوگیا۔

سامنے لفافوں کا ڈھیر لگا تھا، آج بخار کی وجہ سے بارہ بجے دفتر پہنچی تھی۔ اوپر سے کالز اور طنزیہ خطوط نے مزید بے دم کردیا۔ وقت دیکھنے کے لیے ٹیبلٹ اٹھایا تو 26 میسج لکھا نظر آیا۔ ان باکس کو کھولا تو سب سے پہلا میسج کچھ یوں تھا:

''عورت کی ادارت چھوڑ دیں۔ 'عبوری مدیر' لائیں۔ آپ کو اپنے دستخط کرنے نہیں آتے، عینا کو 'چینا' لکھی ہیں اور ہمیں کیا خاک ادب اور خوشخطی سکھائیں گی۔''

(دوسرا میسج) ''عورت' کا ٹائٹل کس اناڑی نے بنایا تھا؟ ڈوبتے سورج کا منظر؟! بطخ کو مرغی بنادیا، سمندر جیسے خوف ناک کھائی اور پہاڑ جیسے چار پائیاں کھڑی ہیں۔ ٹائٹل بنایا تو 'شام ڈھل رہی ہے' کے لیے گیا تھا مگر میسج 'خوف ناک دن' سے کررہا تھا۔''

(تیسرا میسج +) ''میری کہانی 'دراڑ' کو 'دراز' بنادیا۔ سبحان اللہ! یہ غلطی تھی؟ اور غلطی صرف میری کہانی پر؟! اپنی فضول کہانی 'مشرقی عورت بے بس نہیں' کو 'مشرفی' نہیں بنا سکتی تھیں؟ ارے! بخیل، کنجوس حاسدہ!.....'' (نمرہ عمیر)

ادھر عشا کی اذان ہونے لگی۔ میں نے سر تھام لیا۔

مدیراعلیٰ: مفتی فیصل احمد | مدیر: انجینئر مولانا محمد افضل احمد خان | مدیرمسئول: محمد فیصل شہزاد

''خواتین کا اسلام'' دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983 ای میل: fayshah7@yahoo.com

انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk سالانہ زرتعاون: اندرون ملک 2000 روپے، بیرون ملک ایک میگزین 25000 روپے، دو میگزین 28000 روپے

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر خواتین کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

پکے گھڑے

عشرت جہاں

سعودا سے لینے آئے تھے لیکن بات نہ بنی اور وہ جز بز ہو کر اٹھ کر چلے گئے۔

''یوں ہی بھیج دیں اپنی بچی کو......!!؟ بہت ہلکا سمجھ رکھا ہے ہمیں۔ یا تو ہماری بات مان لیں یا پھر......'' رفیعہ بیگم نے ان کے جانے کے بعد لب کشائی کی۔

''بس بہت ہو چکا۔ ہماری بہن ہم پر بھاری نہیں ہے۔ اماں آپ نے بھی دوٹوک کیوں نہ کہہ دیا ہم نہیں بھیجنے والے مائرہ کو۔''

مائرہ ہونٹ کاٹے جا رہی تھی۔ اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ سعود نے بھی تو ذرا لحاظ نہ کیا۔ صاف کہہ کر چلے گئے میں کسی کی شرطیں نہیں مانوں گا، میرا نہ سہی، بچوں کا تو سوچتے......! وہ من کی موجوں میں گم تھی۔

''غضب خدا کا! بچوں کا بھی نہ سوچا۔'' بڑی آپا بولیں۔ ''دیکھیں تو سہی کیسے ٹکا سا جواب دے دیا۔ لو بھلا یہ بچے ان کی اولاد نہیں ہیں کیا!''

''ابھی ہم زندہ ہیں، بچے بھی پل جائیں گے۔'' عارف بھائی نے بچوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ چھوٹا دانیال باپ کے چلے جانے پر زاروں زار روئے جا رہا تھا اور بلال سہما ہوا سا کھڑا تھا۔

''ارے بچوں کو تو سنبھالو۔ دیکھو کیسے ہلکان ہو رہے ہیں!'' رفیعہ بیگم اونچی آواز سے بولیں۔ روبی بھابھی بچوں کو پیار کرتی کرتی پچھلے صحن میں لے آئیں۔

''اب کیا ہوگا؟ یہ نند صاحبہ بھی سر پر چڑھ کر بیٹھیں گی!'' روبی نے روما بھابھی کے کان میں سرگوشی کی۔

''اور وہ بھی بچوں سمیت......!'' روما نے لقمہ دیا اور بچوں کی طرف دیکھنے لگیں۔

☆☆

کمرے میں صرف زیتون بوا تھیں جو خاموش بیٹھی تھیں۔ انھوں نے مائرہ کی طرف دیکھا جو سعود کی بے نیازی پر دھواں دھواں چہرہ لیے سب کو تکے جا رہی تھی۔ اس کی دل بستگی کے لیے اماں ابا بھائی بہنوں کے تبصرے اس کے ڈوبتے ابھرتے وجود کو سہارا دے رہے تھے لیکن دماغ بدستور سائیں سائیں کیے جا رہا تھا۔ مستقبل کے خدشات اور شوہر کی بے رخی پر اس کا دل رو رہا تھا۔

کیا تھا......اگر رکھ لیتے ذرا سا مان!؟

اتنی جلدی میرا گھر برباد ہو جائے گا، کبھی ایسا سوچا نہ تھا۔

وہ سہم کر رہ گئی۔

لیکن وہ میرا گھر کہاں......؟؟ وہ تو نمرہ، فوزیہ، ثمرہ بھابھی اور ہر دم رہنے والی نندوں کا ہے......اس کے باغی دل نے کہا۔

بچوں کا کیا ہوگا؟؟ دوسری سوچ اُبھری۔

ابا، عارف بھائی، غضنفر بھائی ہیں ناں......! آپا، سعدیہ، رافعہ سب کتنا چاہتے ہیں بلال اور دانیال کو......لیکن باپ......!

بچے رافعہ اور سعدیہ کے پاس تھے۔ وہ سوچ کے گنبد میں مقید گم صم تھی۔ گزرے دنوں کی پشیمانیاں گزرت وقت کی بے کلی اور آنے والے دنوں کی بے چینیاں ہولائے دے رہی تھیں۔

اب کیا ہوگا؟ کا لازوال سوال سامنے کھڑا تھا۔ کاش کہ تقدیر کی کتاب کا آخری صفحہ ہمارے سامنے کھلا ہو اور اس کے مطابق ہم اپنی زندگی کے فیصلے کرنے والے بن جائیں۔ اگر ایسا ہو بھی جائے تو شاید ہم کوئی غلط فیصلہ ہی نہ کریں یا پھر سارے ہی فیصلے غلط ہو جائیں۔

بے لگام سوچوں کے پیچھے دوڑتے وہ ہانپ گئی۔ مسئلہ جوں کا توں تھا۔ عشاء کی نماز پڑھ کر بوا اس کے پاس چلی آئیں۔ اسے اس کیفیت میں بیٹھا دیکھ کر انھوں نے گلا کھنکارا اور گویا ہوئیں۔

یہ جنگ کیوں ہے؟

شاعر: ساحر لدھیانوی

انتخاب: ام ایمن

خدائے برتر! تری زمیں پر، زمیں کی خاطر یہ جنگ کیوں ہے؟
ہر ایک فتح و ظفر کے دامن پہ خون انساں کا رنگ کیوں ہے؟

زمیں بھی تیری ہے، ہم بھی تیرے، یہ ملکیت کا سوال کیا ہے؟
یہ قتل و خوں کا رواج کیوں ہے، یہ رسم جنگ و جدال کیا ہے؟
جنہیں طلب ہے جہان بھر کی ، انھیں کا دل اتنا تنگ کیوں ہے؟
خدائے برتر! تری زمیں پر، زمیں کی خاطر یہ جنگ کیوں ہے؟

غریب ماؤں، شریف بہنوں کو امن و عزت کی زندگی دے
جنہیں عطا کی ہے تو نے طاقت، انھیں ہدایت کی روشنی دے
سروں میں کبر و غرور کیوں ہے، دلوں کے شیشے پہ زنگ کیوں ہے؟
خدائے برتر! تری زمیں پر، زمیں کی خاطر یہ جنگ کیوں ہے؟

قضا کے رستے پہ جانے والوں کو بچ کے آنے کی راہ دینا
دلوں کے گلشن اجڑ نہ جائیں، محبتوں کو پناہ دینا
جہاں میں جشن وفا کے بدلے یہ جشن تیر و تفنگ کیوں ہے؟
خدائے برتر! تری زمیں پر، زمیں کی خاطر یہ جنگ کیوں ہے؟

''جب انسان کسی فیصلے پر نہ پہنچ پائے تو اسے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا چاہیے بیٹی!''

''بوا سمجھ نہیں آرہا کیا کروں؟ میں، بچے، سعود، ان کی بے رخی، دوسری طرف امی، ابو، بھائی، بھابھیاں، بہنیں اور ان کے دلاسے.....!''

''کچے گھڑے کبھی دریا پار نہیں کرواتے بیٹی، منزل تک کہاں پہنچائیں گے؟''

مائرہ اچانک سر اٹھا کر انھیں دیکھنے لگی۔ اس دم اس پر افشا ہوا اس کی اور بوا کی کہانی تو اس نکتے پر آکر مل چکی ہے۔ شاید اس کی تقدیر کا آخری صفحہ اس کے سامنے کھل گیا تھا۔

''میاں بیوی کے رشتے کے درمیان کبھی انا کو مت لے کر آنا بیٹی! اب تمھاری تقدیر تمھارے اختیار میں ہے۔'' اس کا ہاتھ سہلائے وہ مزید بولنے لگیں۔

''میں نے بھی تو کچے گھڑوں پر انحصار کیا تھا۔ سوچتی ہوں کاش میرے پاس ایک ایسی ٹائم مشین ہوتی جس میں بیٹھ کر ان لمحوں کو زندگی کی کتاب سے مٹا دیتی جنھوں نے صرف پچھتاوے دیے ہیں۔'' بوا بول نہیں رہی تھیں، دل کے پھپھولے پھوڑ رہی تھیں اور مائرہ حیرت سے انھیں تکے جا رہی تھی۔

''جیسا بھی تھا، اس وقت شوہر کی چاکری قبول کر لیتی تو آج در در کی چاکری سے بچ جاتی۔ اپنے گھر کی ملکہ کہلاتی۔''

پہلی مرتبہ مائرہ کو بوا جی پر بڑا ترس آیا، ہمدردی محسوس ہوئی ورنہ اس سے پہلے تو بوا جی کا وجود غیر مرئی سا تھا۔ وہ بوا ہی تو تھیں جنھیں فالتو پرزہ سمجھ کر ہر اہم معاملے سے نکال دیا جاتا تھا۔ کاموں کا بوجھ ان کے سر پر لاد دیا جاتا۔ وہ کبھی فاخرہ کے گھر ہوتیں تو کبھی سائرہ کے گھر۔ کبھی خاندان کی کسی خوشی کے موقع پر سردی گرمی سے بے نیاز کام میں جتی ہوتیں اور کبھی غم کے لمحات میں بہنوں کی دیکھ بھال میں مصروف۔ جی چاہے نہ چاہے چار کپڑوں کی پوٹلی اٹھائے کبھی آمنہ خالہ کے ہاں قیام تو کبھی ذکیہ بھابھی کا بلاوا۔ ان کی خواہشات نے تو گویا عجز کا کفن اوڑھ لیا تھا۔ اپنی اولاد دور تھی مارے باندھے مہینوں بعد خیر خیریت پوچھ لیتے۔ کچھ پیسے بھیج کر بری الذمہ ہو جاتے۔ بوا انھیں کہاں رکھتیں۔ خود ان کا ٹھکانہ اماں ابا کا گھر تھا۔ ان کے بعد بھائی بھتیجے بھتیجیوں کا جنھوں نے ترس کھا کر انھیں رکھ چھوڑا تھا۔

''نہیں نہیں.....!'' مائرہ نے جھرجھری لی۔

''مجھے بوا نہیں ملکہ بننا ہے.....اپنے گھر کی ملکہ.....!!!''

اس نے بوا کی گود میں سر رکھ لیا۔

آپ کا دسترخوان

کدو کا حلوہ

زرینہ خانم لغاری۔ مظفر گڑھ

ہم سب جانتے ہیں حضور اکرم ﷺ کو سبزیوں میں کدو نہایت ہی مرغوب تھا۔ اس میں کئی بیماریوں کا علاج بھی ہے۔ آج ہم کدو کا حلوہ اور کدو کا اچار بنانا سیکھیں گے۔ کدو کو چھیل کر ٹکڑے کر لیں پھر اچھی طرح ابال لیں۔ جب کدو ٹھیک گل جائیں تو اس کا پانی گرا کر کدو کے ٹکڑوں کو کچل لیں۔ ایک دیگچی میں گھی ڈال کر چھوٹی الائچی کڑکڑائیں۔ پھر اس میں کچلے ہوئے کدو ڈال دیں۔ تھوڑا سا بھونیں۔ پھر چینی ڈال کر میٹھا کر لیں۔ چینی کھل جائے، گھی نتھر آئے تو اتار لیں اور گرما گرم پیش کریں۔

کدو کا اچار

کدو کو چھلکوں سمیت کچھ بڑے بڑے بنا لیں پھر ہلکا سا پانی میں بوائل کر لیں۔ پانی نکال کر ٹکڑوں کو کسی کپڑے میں پھیلا کر خشک کریں۔ دیگچی میں ہلکا سا تیل ڈال کر کدو کے ٹکڑے ڈال دیں۔ حسب ضرورت نمک، مرچ (گٹی ہوئی) ہلدی ڈال کر اوپر سے رائی (شلجم کے بیج) ڈال دیں۔ دو تین دن دھوپ میں رکھیں۔ تیسرے دن اچار اٹھنا شروع ہو جائے گا۔ یہ اچار کافی دن نہیں رہتا۔ ہفتہ دس دن میں اسے ختم کرنا ہوتا ہے۔

پرانی صبحیں

انیسہ عائش۔کوٹ رادھا کشن

آج صبح کا منظر ان کے تصور میں ابھرا تو انھیں نئے سرے سے تاسف نے گھیر لیا۔اب وہ اس مسئلے پر سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور ہوگئیں۔بالآخر انھوں نے زریاب سے بات کرنے کی ٹھانی اور پرسکون ہوگئیں۔

☆☆

زریاب نے کان کے پاس بجتے الارم کو کوفت سے ہاتھ بڑھا کر بند کیا اور دوبارہ نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔کافی دیر بعد اس نے بمشکل مندی مندی آنکھوں سے گھڑی پر نگاہ ڈالی تو اس کی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔وہ چھپاک سے اٹھی۔بالوں کا جوڑا بنایا۔منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور کچن میں آ گئی۔جلدی سے فریج کھولا،آٹا نکالا۔تیزی سے کمرے میں سوئے رمیز،دعا اور رجا کو آوازیں لگاتی ہوئی اندر آئی پھر انھیں جھنجھوڑ کر اٹھایا۔ناشتہ تیار کرنے اور لنچ باکس پیک کرتے ہوئے اس کا ایک پاؤں بچوں کے کمرے میں تو دوسرا پاؤں کچن میں تھا۔دو تین بار کے اٹھانے سے دعا اور رجا تو نیند میں جھولتی اٹھ گئیں مگر رمیز ابھی بھی نیند میں دھت تھا،زریاب کو غصہ چڑھ آیا۔اس نے رمیز کے سر پر زوردار چپت رسید کی۔بچوں کو کھینچ کھانچ کر منہ بسورتے ہوئے ناشتہ کرایا۔یہ کس قدر مشکل مرحلہ ہوتا تھا،صرف زریاب ہی جانتی تھی۔بچوں کی سستی،وین والے کے جلد پہنچنے کی اطلاع اس کا سر چکرا دیتی۔

بیگم صبیحہ ایک ہفتے سے روزانہ یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔اس ساری ہڑبونگ سے صبح ہی صبح اچھی خاصی بدمزگی پھیل جاتی۔بچے ماں کی ڈانٹ پھٹکار سنتے،رمیز تو اکثر مار کھاتے ناراض ہو کر گھر سے روانہ ہوتا۔زریاب بچوں کو بھیجنے کے بعد کچھ لمحے بیٹھ کر سکون کا سانس لیتی۔صبیحہ بیگم کے ساتھ ناشتہ کرتی پھر سارے گھر کو سمیٹنے،صفائی کرنے میں دس بج جاتے۔اگلے دو تین گھنٹے سو کر وہ تازہ دم ہوتی پھر دوپہر کا کھانا بناتی اور بچوں کے استقبال کے لیے تیار ہو جاتی۔اپنی صبح والی بدسلوکی یاد آتی تو باری باری بچوں کو پیار کرتی۔ان کی پسندیدہ چیزیں بناتی۔مداوا کرنے کی کوشش کرتی اور کبھی اس میں کامیاب بھی ہو جاتی۔

صبیحہ بیگم زریاب کی والدہ تھیں۔زریاب کے شوہر کو کام کے سلسلے میں کچھ دنوں کے لیے اسلام آباد جانا پڑا تو وہ بچوں کی نانی کو لے آئے تاکہ وہ اکیلے نہ رہ سکیں۔صبیحہ بیگم کی آمد نے زریاب کے ساتھ ساتھ بچوں کو بھی خوش کر دیا۔زریاب ویسے تو بہت سمجھ دار اور سگھڑ،سلیقہ شعار بیٹی تھی مگر اب اس کے معمولات بہت زیادہ بگڑ چکے تھے۔زریاب رات دیر تک موبائل چلاتی یا اپنے پسندیدہ ناول اور کتابیں پڑھتی۔بچے بھی سونے کا نام نہ لیتے تھے۔

وہ جیسے ہی انھیں سلا کر لائٹ آف کر کے کمرے سے باہر قدم رکھتی،سونے کی اداکاری کرتے تینوں بچے اٹھ کھڑے ہوتے۔یہی وجہ تھی کہ صبح جلدی اٹھنا زریاب اور بچوں کے لیے بہت مشکل ثابت ہوتا۔زریاب کی نماز فجر نکل جاتی اور اکثر آخری وقت ادا کر پاتی۔صبیحہ بیگم نے چند روز اس معمول کو خاموشی سے دیکھا۔آج وہ زریاب سے اس کے متعلق بات کرنا چاہ رہی تھیں کہ چائے کا کپ اٹھائے زریاب خود ہی ان کے پاس چلی آئی۔

''امی! سچ میں میں تو بہت تنگ آ گئی ہوں جتنی مشکل سے میں ان بچوں کو اسکول روانہ کرتی ہوں،یہ میں ہی جانتی ہوں۔وہ تو عام روٹین میں بھی 9 بجے تک مزے سے سو رہے ہوتے ہیں اور مجھے ہر صبح یہ مصیبت جھیلنی پڑتی ہے۔''

''بیٹا یہ مصیبت مجھے تو خود پیدا کردہ نظر آتی ہے!!''

صبیحہ بیگم نے نرم اور دھیمی آواز میں کہا تو اس نے چونک کر ان کی جانب دیکھا۔

''کیا مطلب امی جان!؟''

''بیٹا اس وقت کو یاد کرو۔میں بھی تو تمھیں صبح صبح اٹھاتی تھی اور تم لوگ قرآن مجید پڑھنے جایا کرتے تھے۔''

''امی ہم تو ایک آواز پر اچھے بچوں کی طرح اٹھ جایا کرتے تھے۔''

''بیٹا یاد کرو!میں عشاء کی نماز کے فوراً بعد تم لوگوں کو سلا دیتی تھی بلکہ میرا خود بھی یہی معمول تھا۔صبح جب 7 گھنٹے کے نیند پوری ہو چکی ہوتی تھی تو تم لوگ بآسانی فریش اٹھ جایا کرتے تھے۔تمھیں یاد ہے تمھاری بہن رفدا نیند کی کتنی پکی تھی۔تم لوگوں نے اس کا نام ہی نیند و رکھ چھوڑا تھا۔''

''ہاں جی امی!!! لیکن حیرت ہے آپ اس کو کیسے اٹھاتی تھیں۔نہ ہڑبونگ،نہ افراتفری اور نہ ہی ایسی بدمزگی!! آپ کے دور میں ہم کبھی خراب موڈ کے ساتھ اسکول نہیں گئے۔کتنی پرسکون صبحیں ہوا کرتی تھیں ان دنوں!!''

بیتے دنوں کی یاد نے اس کے چہرے پر روشنی پھیلا دی۔

''بیٹا تم چاہو تو وہ پرسکون صبحیں پھر سے لوٹ کر آ سکتی ہیں۔''

''امی مجھے کیا کرنا پڑے گا؟''

اس نے معصومیت سے پوچھا تو انھیں اس پر بے اختیار پیار آ گیا۔

پچھتر الفاظ کی کہانی

ساجدہ بتول

اذیت

سالن جل رہا ہے۔۔۔پانی ڈالو!

خیر ہے۔جتنا بھی جلے سوڈے سے سب صاف ہو جاتا ہے۔

پاگل تو نہیں ہوگئی!! ابھی جو پریشانی ہوگی وہ کون اٹھائے گا؟

پھر تو تم بھی پاگل ہو!!

میں نے کہا کہ نماز پڑھو تو تم نے انکار کر دیا اور کہا اللہ بخشنے والا ہے۔

بعد میں تو واقعی سب ڈھل جائے گا لیکن ابھی جو اذیت ہوگی وہ کیسے اُٹھاؤ گی!؟

''سب سے اہم بیٹا تمھیں اور تمھارے بچوں کو جلد سونے کا عادی بننا ہوگا۔''

اس نے کچھ بولنے کے لیے لب وا کیے مگر صبیحہ بیگم کو بولتا دیکھ کر خاموش ہوگئی۔

''رہی بات تمھارے شوق کی تو تم جو دن میں دو تین گھنٹے سوتی ہو اس وقت موبائل چلا لیا کرو۔ دوسرا یہ کہ بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر چیخ چیخ کر اور تھپڑ مار کر جگانا بہت غلط ہے۔ نرمی، پیار اور ان کی پسندیدہ چیزوں کی ترغیب کا راستہ اپناؤ۔ پہلے پہل مشکل ہوگی مگر اس کے آگے جیسا میرے رب کا وعدہ ہے ہر مشکل کے بعد آسانی ہے!''

☆☆

اگلی صبح منظر کچھ بدلا بدلا سا تھا۔ اس کی آنکھ موبائل کے بجتے الارم اور فجر کی اذانوں سے کھلی۔ اس نے کافی عرصہ بعد نماز خشوع وخضوع سے ادا کی۔ وہ بچوں کے کمرے میں آئی۔

''رمیز بیٹا اٹھو! اگر جلدی اٹھو گے تو تمھاری پسند کے چکن رول بنا کر دوں گی لنچ کے لیے!''

اس نے رمیز کے سر میں نرمی سے ہاتھ پھیرتے لالچ دیا۔ رمیز سستی اور کسل مندی سے آنکھیں کھولتا غیر معمولی طور پر اٹھ کھڑا ہوا۔ سب سے چھوٹی دعا تو رات کو ہی نانی اماں سے جلد اٹھنے کا وعدہ کر کے سوئی تھی سو وہ فوراً جاگ گئی۔ رجانے ذرا سا سر اٹھا کر ایک نگاہ ماں پر ڈالی اور پھر سر تکیے میں دے دیا۔ زریاب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ وہ اپنی رجا کی کمزوری سے واقف تھی۔ اس کے کان کے قریب گنگناتے ہوئے بولی:

''اٹھو بیٹا آنکھیں کھولو
بستر چھوڑو منہ ہاتھ دھولو
اتنا سونا ٹھیک نہیں ہے
وقت کا کھونا ٹھیک نہیں ہے
سورج نکلا تارے بھاگے
دنیا والے سارے جاگے''

رجا کے وجود میں ہلچل ہوئی۔ کچھ ہی دیر بعد وہ منہ ہاتھ دھونے واش روم کا رخ کر رہی تھی۔

☆☆

لان کی نرم گیلی گیلی گھاس پر چہل قدمی کرتے آسودسی ہوا کو اندر اتارتے، شبنم کے موتی کی مانند چمکتے قطرے، پرندوں کی بولیوں کی آوازیں سنتے بے اختیار اس کا دل خدا کی بڑائی بیان کرنے کو بے تاب ہوا۔ سبحان تیری قدرت! پانچ سات منٹ واکنگ کے بعد وہ کچن میں چلی آئی۔ آج پرسکون ماحول میں ناشتہ کیا گیا، اسکول کی تیاری کی اور بچے روانہ ہوگئے۔

واقعی امی نے سچ کہا تھا کہ ذرا سی محنت ومشقت سے وہی ماضی کی پرسکون صبحیں لوٹ آئی تھیں۔ وہ ناشتہ اٹھا کر امی کے پاس چلی آئی کہ ان کا شکریہ بھی تو ادا کرنا تھا۔

دو رُخ

پہلا رخ:

شوہر: ''میری شرٹ استری نہیں کی تم نے؟''

بیوی: ''وقت ہی نہیں ملا..... لائیں! اب کر دیتی ہوں۔''

شوہر: ''وقت کیوں نہیں ملتا؟ تم لوگوں کا گھر پر سارا دن کام ہی کیا ہوتا ہے بھلا؟ بس فیس بک پر مصروف رہو، فون پر گپیں لگاؤ اور بس!''

بیوی: ''تو آپ کون سا ہل چلا کر آتے ہیں یا پھر مزدوری کر کے آ رہے ہیں؟ صبح گئے آفس میں دن بھر گپیں، چائے کافی، اس طرح بیٹھے رہے اور شام کو اٹھ کر آ رہے ہیں گھر! کام تو سارا ہم کرتے ہیں۔ گھر سنبھالو، بچے سنبھالو، دن کا پتا چلتا ہے نہ رات کا.....''

بنت مولوی شبیر احمد۔ وہاڑی

دوسرا رُخ:

شوہر: ''میری شرٹ استری نہیں کی تم نے؟''

بیوی: ''وقت ہی نہیں ملا، لائیں! اب کر دیتی ہوں۔''

شوہر: ''آرام کرلو اب، تم ویسے بھی گھر سنبھالتی ہو، بچوں کے سب کام، انھیں پڑھانا اور ہوم ورک کروانا، گھر والوں کا خیال رکھنا..... یقیناً تھک جاتی ہو۔ میں خود استری کر لیتا ہوں۔ یہ کون سا مشکل کام ہے ابھی کر لیتا ہوں۔''

بیوی: ''آپ بھی تو صبح سے کام پر جاتے ہیں، ہمارے لیے تھکتے ہیں آپ کے کپڑے پرانے ہوگئے، شرٹس کا رنگ خراب ہوگیا ہے لیکن سب کچھ ہم پر خرچ کر دیتے ہیں، اپنے کپڑوں کی تو کیا اپنی بھی پروا نہیں کرتے، تپتی دھوپ ہو یا برستی بارش، صبح کے گئے شام کو واپس آتے ہیں..... رہنے دیں، میں ابھی استری کر دیتی ہوں۔''

غور کیجیے..... بس چھوٹا سا فرق ہے!

پہلے انداز میں صرف اپنے حقوق کی بات کی گئی ہے جبکہ دوسری طرف اپنے علاوہ دوسرے کا خیال بھی۔

تھوڑا سا احساس، چند میٹھے بول ہماری زندگی کو کتنا آسان کر دیتا ہے۔ ہمیں اپنے رشتوں اور تعلقات میں تحمل، برداشت، احساس کو اہمیت دیتے ہوئے برتاؤ کرنا ہوگا تبھی زندگی سہل ہو پائے گی۔

آج کل کے میاں بیوی

بنت مولانا محمد سلیمان جٹ۔ ملتان

نکاح وہ خوب صورت بندھن ہے جس کے ذریعے میاں بیوی کا پیار و محبت میں گندھا ہوا رشتہ وجود میں آتا ہے۔ ایک فرد خاندان کا ''سائبان'' کہلاتا ہے تو دوسرے کو نئی نسلوں کی آمین کی ذمہ داری سونپ دی جاتی ہے۔ میاں بیوی کی باہمی الفت و محبت ہمدردی و غم خواری وفا شعاری و دلداری نہ صرف اس رشتے کو قابل رشک بناتی ہے بلکہ تمدن انسانی کی گاڑی کو بھی رواں دواں رکھتی ہے۔ آج کل کے میاں بیوی تمدن انسانی کی گاڑی کو کیسے چلا رہے ہیں؟ ایک منظر دیکھتے ہیں۔

عصر حاضر کے میاں بیوی تین طبقوں میں منقسم ہیں۔

پہلا طبقہ: الحمدللہ خوش قسمت اور قابل رشک گھرانے اب بھی ایسے موجود ہیں جن کے جسم و روح اسلام کی خوشبو سے معطر ہیں اور مسلم معاشرت سے مالا مال۔ جہاں آپ اسلامی تہذیب و تمدن، خانگی نظام اور اسلام کے دلکش اعجاز کے نمونے ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ اسلامی صفات اور امتیازات مثلاً شرم و حیا، طہارت و پاکیزگی، اسلامی ذوق سادگی، اسراف سے پرہیز، قناعت پسندی، حقوق زوجیت کا پاس، چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کا احترام، غیرہ جو کہ اسلام کے اصل خدوخال ہیں، آپ ان گنے چنے گھرانوں میں دیکھ سکتے ہیں اور یہ ان مسلمان مرد و عورت کی باہمی ہم آہنگی و خود اعتمادی کا نتیجہ ہے۔ ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ، مولانا حکیم محمد اختر ؒ اور امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ کے صاحبزادے اور صاحبزادی کا گھرانہ انہی میں سے ایک ہے جہاں گھر میں داخل ہوتے ہی سکینت کا احساس جسم و جان کو معطر کر دیتا ہے۔

دوسرا طبقہ: وہ طبقہ جنہوں نے سمجھ لیا کہ اسلام صرف چند عبادات کا مجموعہ ہے سو انھوں نے اسے عبادت میں لاگو کیا اور معاشرتی زندگی میں اس کی خوشبو محسوس ہی نہ کی۔ ان کی زندگی خوش رہے شیطان بھی، راضی رہے رحمان بھی کا نقشہ پیش کرتے گزر گئی۔ سیاست و چالاکی کے نام پر جھوٹ اور دوہرے معیار زندگی! عبادات بھی کرتے رہے، نماز قرآن بھی کرتے رہے اور ایک دوسرے کے حقوق بھی نوچ نوچ کر کھاتے رہے۔ کوئی مسئلہ نہیں پوری زندگی ایک دوسرے کو نیچا دکھاتے گزر گئی۔ معیار محبت مادی اشیا ٹھہریں۔

تیسرا طبقہ: یہ وہ طبقہ ہے جنہوں نے اپنے اوپر ''مسلمانی'' کا لیبل بھی چسپاں رکھا مگر اپنی مرضی سے خواہشات و جذبات کی تکمیل کرنا گویا اپنے اوپر فرض کر لیا۔ نہ صرف شعائر اسلام کا مذاق اُڑاتے ہیں بلکہ انھوں نے اللہ اور رسول کی نافرمانی اور مقرر کی ہوئی حدیں توڑ کر نافرمانی کی انتہا کر دی۔ جیسے زندگی کے ہر شعبے میں بے دینی اور خرافات کا مظاہرہ دکھایا ویسے ہی خانگی زندگی میں شادی کے پہلے قدم سے نافرمانی کی ابتدا کی اور آخری دن تک اسی پر ڈٹے رہے۔ احسن الخالقین کے فرمان ''فی احسن تقویم'' کو جھٹلا کر سو گھرانے چھان کر ایک لڑکی منتخب کی اور پھر لڑکے والوں کے ناجائز اور بے بنیاد مطالبات شروع ہو گئے۔ لاکھوں ہزاروں ڈالر کا سامان جہیز فلسفہ ازواج کی مخالفت کرتے ہوئے لڑکی رخصت ہونے سے پہلے ہی روانہ کر دیا جاتا ہے، جولڑکا غیرت کو نیلام کر کے سینہ تان کر وصول کرتا ہے۔ باجے شاجے، ڈھول پول، موسیقی اور ساز کی گونج میں نکاح ہوا۔ پھر نکاح کے وقت حق مہر سے پہلوتہی۔ کثیر مقدار کاغذوں میں لکھ دی اور موقع پر ادائیگی رقم انتہائی کم لکھی۔ رخصتی ہوئی، پردہ وحیا کا جنازہ نکلا۔ گھر پہنچے۔ آبا کی رسم و رواج نبھانے، امارت، منصب اور زندگی کو آئندہ خوشگوار رکھنے کے لیے یہ ڈیمانڈ سامنے آئی اور موجودہ حق مہر بھی معاف کرا لیا گیا۔

جیسے تیسے ولیمہ کی تقریب ہوئی، مہمانوں کو رخصت کیا۔ میاں جی نے مسکراتے ہوئے

گڈا اور گڑیا

ماریہ صاحبہ کی اک گڑیا
اور ثوبی کا ایک گڈا تھا
اور دونوں میں چائے پر کل شام
ذکر رشتے کا ایسے ہوتا تھا
ثوبی منہ بگاڑ کر بولی
ہونہہ نہ اچھی ہیں عادتیں اس کی
نہ مجھے کوئی خاص لگتی ہے
تم تو کہتی تھیں گڑیا ہنس مکھ ہے
یہ تو بالکل اداس لگتی ہے
کب سے بالوں میں کی نہیں کنگھی
چٹیا دیکھو تو گھاس لگتی ہے
بات کرنے کا اس کو ڈھنگ نہیں
یہ کہیں ایم اے پاس لگتی ہے!
چائے گڈے کے کوٹ پر ڈھا دی
ایک دم بد حواس لگتی ہے
نہ جی گڑیا نہیں ہے یہ کمسن
یہ تو گڈے کی ساس لگتی ہے!
اے ذرا کوک ووک منگواؤ
میرے گڈے کو پیاس لگتی ہے
ماریہ صاحبہ کی گڑیا کا

احمد حاطب صدیقی

کھینچا ثوبی نے ایسا جب نقشہ
ان کو آتا بھلا نہ کیوں غصہ
پر بڑے ضبط سے یہ فرمایا
اے بہن یہ خوشی کا سودا ہے
ہو گئی بات صاف اچھا ہے
میری گڑیا تو خیر جیسی ہے
لاٹ صاحب یہ خود کہاں کا ہے
بھالو جیسی تو اس کی صورت ہے
تم تو کہتی تھیں بھولا بھالا ہے
مونچھیں دیکھو تو کتنی موٹی ہیں
سر بھی پیچھے سے تھوڑا گنجا ہے
کہیں افسر تو خیر کیا ہوگا
ففتھ میں فیل ہو کے بھاگا ہے!
سب پتا چل گیا مجھے بھی اب
کسی ہوٹل کا یہ تو بیرا ہے
اس کی تنخواہ بس ذرا سی ہے
ٹپ کے ملنے ہی پر گزارا ہے
ہاں اسے کوک بھی منگا دیں گے
دیکھ لو! کس قدر ندیدہ ہے
اس نکھٹو کو گڑیا دینے سے
کنویں میں پھینک دینا اچھا ہے!

صبح سے رات تک کی زندگی.... سنتوں کے مطابق بنانے کے لیے.... ایک قیمتی کتاب

اُسوۂ رسولِ اکرم ﷺ

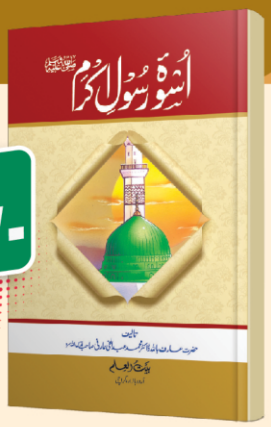

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے:

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو اور معاشرتی زندگی
- لباس و آرائش سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات
- ایمانیات، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صبح و شام کے معمولات، نکاح، ولادت مرض اور مریض سے متعلق آپ کی سنتیں

صرف 765/-

خود بھی مطالعہ کیجیے اور متعلقین کو تحفے میں دے کر کتاب دوست بنائیے۔

بیت العلم (الوقف)

رابطہ نمبر: +92-309-2228078-81-82-84-89-94 برائے تجاویز: +92-322-2583196

Visit us: www.mbi.com.pk maktababaitulilm

دوبارہ گھر میں قدم رنجہ فرمایا۔ سراپا ایثار و وفا سب کچھ بھلا کر ''اھلا وسہلا مرحبا'' کہہ کر جواباً مسکرائی۔ شیطان تڑپ کر بے حال ہوا۔ مارے جلن کے سر پر خاک ڈال لی۔ پانی پر تخت بچھایا، پچونگڑے طلب کیے۔ ایف آئی آر کاٹی۔ آرڈر جاری ہوا اور نوٹس لیا جائے اور بغیر کسی رعایت کے سخت کارروائی عمل میں لائی جائے اور میرے دل میں ٹھنڈ ڈال دی جائے۔

گھر کے آنگن میں کھڑی ساس بھی یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ فوراً سر پر شکوؤں کی پٹی باندھ لی۔ کچھ تھکن اور کچھ جلن نے اپنا کام دکھایا۔ بستر پر ڈھیر ہوگئی۔ ہزاروں وسوسے اندیشے پلنے بڑھنے لگے۔ ''دیکھنا! کیسے میرے بیٹے پر قابض ہوگئی ہے۔''

صبح دم شوہر جب اپنے کمرے سے نکلا تو سسرالی کا بینہ زن مرید، ماں کا نافرمان، جہنمی کا اعلانیہ جاری کر چکی تھی۔ بیوی بدستور شوہر اور اس کے خاندان کی تواضع میں لگی ہوئی ہے۔ نظر بد جو انسان کو کوہ قبر اور اونٹ کو ہانڈی تک پہنچا دیتی ہے، مسلسل سازشیں، اندیشے، بدگمانی دونوں اطراف چغلی، غیبت، ناجائز مطالبات اور ہر وقت کی کھٹ کھٹ آہستہ آہستہ سرایت کر رہی ہے۔ رفتہ رفتہ نفرت و تلخی کا دھواں سلگنے لگتا ہے اور بالآخر جو فریفتہ تھا بیوی پر، آ کر دھاڑنے لگا۔ بیوی کی گود میں ننھا منا بچہ یہ منظر دیکھ رہا ہے۔ اس نے یہ منظر اپنے شفاف ذہن کے کونے میں محفوظ کر لیا۔ ہم ہر جگہ تربیت اولاد کا راگ الاپتے ہیں۔ کاش تربیت والدین کے بھی مراکز اور ادارے ہوتے۔

وقت گزرتا گیا۔ اب مرد پہلے سے زیادہ آمریت کے شکنجے میں کسنے لگا اور حقوق کو پامال کرنے لگا۔ جو چراغ خانہ تھی اس کا دل شمع بننے کو للچانے لگا۔ دَم دَم اور لمحے لمحے کے ساتھی، رفاقت میں اُتار چڑھاؤ، بہت سی ناگواریاں، نفس ناگواریوں کے جواب میں ناانصافیوں پر اُبھارنے لگا۔ ایک بار پھر چوک سرزد ہوئی۔ ساس، نند کی غلط بیانیوں اور سازشوں نے جلتی پر تیل کا کام دکھایا۔ تھانے داری ایک بار پھر حرکت میں آئی۔ تڑاخ۔۔۔ تڑاخ۔۔۔ تڑاخ لمحوں کی خطا صدیوں کی سزا بن گئی۔ بیوی کی گود میں موجود ننھے منے بچے اور اِردگرد کھڑے دوسرے بچوں نے یہ منظر اپنے شفاف ذہن کے کسی کونے میں محفوظ کر لیا۔ گستاخ، زبان دراز نہ جانے کیسے کیسے ہذیان اور مغلظات کی مستحق ٹھہری۔ گھر جہنم زار بن گیا۔ خانگی زندگی تباہ ہوگئی۔ بچے بے راہ روی کا شکار ہو گئے۔ شیطان کے دل میں ٹھنڈ پڑ گئی۔ عرش الٰہی لرز گیا۔ میاں بیوی جو ایک دوسرے کے لیے منبع و سکون و راحت تھے، ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ طلاق دے دی، درمیان میں لٹکایا، کوئی پوچھنے والا نہیں، دوبارہ لا کر بسایا، انتقامی کارروائی کی، کوئی مسئلہ نہیں، پریشانی نہیں۔ بیوی نے این جی اوز اور عدالت سے رجوع کیا۔ چند دن ذلیل و خوار ہوئے۔ دونوں پھر شتر بے مہار معاشرے کا حصہ بن گئے۔ دین سے دوری تقویٰ و احساس سے عاری زندگی نے یہ دن دکھائے۔ ''نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم'' شادی، آبادی اور بربادی تینوں کام ہو گئے۔ کاش دونوں اپنی مرضی، خواہشات کی تکمیل کرتے اور اسے انا کا مسئلہ بنا کر ڈٹے رہنے سے پہلے اسے قرآن و حدیث کے آئینے میں پرکھ لیتے۔

آج کل میاں بیوی کی یہ تکرار عام ہے میاں کہتا ہے میری مرضی بیوی کہتی ہے میری مرضی۔ نافرمانی کی ابتدا اسی مرضی سے ہوتی ہے۔ انسانی مرضی انسان کو حیوان بنا دیتی ہے۔ انسان اگر حیوان بن جائے تو بہیمیت میں حیوانیت کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے اور معلوم ہے وہ حیوانیت کیا ہے؟ روحانی تقاضوں سے غافل ہو کر جسمانی لذتوں کے پیچھے بھاگنا۔

انسان جسم و روح کا مجموعہ ہے۔ جسم فانی اور روح ازلی و سرمدی۔ ہر جسمانی لذت کے ساتھ ایک دکھ وابستہ ہے لیکن روح کی لذتیں الم سے ناآشنا ہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر ہم اسلام کی خوشبو سے اپنے جسم و روح کو معطر نہیں کر پا رہے۔ انسانیت چھوڑ کر حیوانیت اپنا رہے ہیں، جواہرات و موتی چھوڑ کر سنگریزوں سے اپنا دامن بھر رہے ہیں۔ ہرے بھرے نخلستان کی بجائے تپتے صحراؤں کو ترجیح دے رہے ہیں تو ہم پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔

کیسی خوش نصیبی

بنت عبدالرحمن درخواستی

''میرا نام 'ماہ نور' ہے، میں گیارہ سال کی ہوں اور گورنمنٹ اسکول میں فائیو کلاس میں پڑھتی ہوں۔ مجھ سے تین سال چھوٹی میری بہن ہے، جس کا نام 'ماہ پارہ' ہے، اور سب سے چھوٹا بھائی ہے 'ارقم'۔ مما کہتی ہیں کہ میرا یہ ننھا بلاّ ایک ماہ کے بعد پورے دو سال کا ہو جائے گا۔ جب وہ بڑا ہو جائے گا تو میں اسے بھی اسکول لے جاؤں گی اور اپنی دوستوں کو بھی دکھاؤں گی کہ کتنا پیارا بھیا ہے میرا..... ہاں..... سب سے پیارا!

اور میری مما کیسی ہیں؟ میں آپ کو کیسے بتاؤں؟ کبھی کبھی وہ اچھی ہوتی ہیں اور کبھی بہت بُری۔ اوہو..... حنانہ کہتی ہے مما کے بارے میں ایسے نہیں کہتے..... سوری اللہ..... ویری سوری.....!

''دیکھو فوزیہ! تم صحیح کہتی ہو مگر ارقم کے بابا بات بات پر غصہ کرتے ہیں، میں انسان ہوں آخر کتنا برداشت کروں، روزانہ کی چخ چخ سے میں تنگ آ گئی ہوں، مجھے لگتا ہے ان کی اس بیوی نے مجھ پر جادو کرایا ہے یہ جب بھی گھر آتے ہیں غصہ کرتے ہیں، ڈانٹتے ہیں، کہتے ہیں تم میری بیوی اور بچوں کو کیوں درمیان میں لے کر آتی ہو، بھئی جب انھوں نے مجھے برباد کیا ہے تو میں ان لوگوں کا نام کیوں نہ لوں!؟''

میں نے جیسے ہی مما کی آواز سنی میں کان لگا کر کھڑی ہو گئی، فوزیہ آپی کے پاس میں قرآن پڑھنے جایا کرتی تھی وہ پہلی دفعہ ہمارے گھر آئی تھیں اور مما نے دل کے پھپھولے پھوڑنا شروع کر دیے تھے۔ کاش آپی ہمارے گھر نہ آتیں، اب مما کو کون چپ کروائے گا؟

''آپ یہ سوچنا چھوڑ دیں کہ کسی نے جادو کروایا ہے۔ بس آپ کوشش کریں جس وقت وہ غصہ کریں آپ خاموش ہو جایا کریں۔'' فوزیہ آپی نے کہا۔

''نہیں فوزیہ! یہ پہلے ایسے نہیں تھے، پہلے کبھی انھوں نے یوں غصہ نہیں کیا تھا، میرے بچوں کا خرچ دیتے، میرا خیال رکھتے، مگر اب ان کی اس بیوی نے جادو کروایا ہے تو یہ یوں لڑنے لگے ہیں، اچھا کوئی بات نہیں اللہ تو دیکھ رہا ہے ناں! وہی ایسے لوگوں سے بدلہ لے گا، یہ بھی ایسے ہی تڑپیں گے جیسے میں تڑپ رہی ہوں۔''

مما اب بددعائیں دے رہی تھیں جیسے وہ ہمیشہ کرتی تھیں، میں نے کھڑکی سے دیکھا فوزیہ آپی بہت برداشت سے بیٹھی ہوئی تھیں، شاید ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اٹھ کر بھاگ جائیں۔

''آپ بھائی کے پاس تعویذ لینے آئی تھیں ناں! تو آپ نے بھائی سے کہا تھا کہ مجھ پر جادو ہے۔ بھائی کہہ رہے تھے کہ ان کو جا کر کہہ دینا، ایسی کوئی بات نہیں ہے، کوئی جادو وغیرہ نہیں ہے۔'' فوزیہ آپی نے کہا۔

''تو پھر یہ اتنا غصہ کیوں کرتے ہیں؟'' مما نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''اچھا آپ یہ بتائیں کہ جب وہ غصہ کرتے ہیں تو آپ خاموش ہو جاتی ہیں؟''

فوزیہ آپی نے پوچھا۔

''نہیں بھئی! جب وہ اتنا غصہ کرے گا تو مجھے بھی تو غصہ آئے گا ناں! تو میں بھی بولتی ہوں۔ اس نے کیا سمجھ رکھا ہے میں انسان نہیں ہوں۔'' مما نے تڑخ کر کہا۔

''آپ کوشش کریں جب وہ غصہ کریں تو آپ خاموش ہو جایا کریں۔''

فوزیہ آپی نے سمجھایا۔

''بانو! او بانو..... ادھر آ..... کہاں مر گئی؟ ہر وقت کمرے میں گھسی رہتی ہے۔ باہر نکل۔''

مما نے مجھے پکارا میرا دل چاہا میں دھاڑیں مار کر روؤں، آپی کے سامنے مما مجھے پیار سے بھی تو بلا سکتی تھیں ناں!

''جا..... چائے بنا کر لے آ'' میں فوراً کچن میں آ کر آنسو بہانے لگی۔

''اچھا! آپ کے پہلے شوہر نے آپ کو کیوں چھوڑا تھا؟'' فوزیہ آپی نے پوچھا۔

''وہ آدمی بہت اچھا تھا فوزیہ! مگر اس کی ماں اس کے بہت کان بھرتی تھی تو اس نے مجھے چھوڑ دیا۔''

''پھر آپ یہ بھی تو دیکھیں ناں! آپ کا یہ شوہر آپ کی دو بیٹیاں بھی پال رہا ہے، خیال بھی رکھتا ہے، تو یہ بھی تو بڑی بات ہے ناں!''

''تو کیسے نہ پالتا میری بیٹیوں کو، شادی سے پہلے اس نے خود وعدہ کیا تھا، میں اچھی بھلی گورنمنٹ جاب کر کے بچے پال رہی تھی کیا میں نہیں پال سکتی تھی!؟''

مما نے کہا تو فوزیہ آپی کو چپ لگ گئی جیسے بابا آخر میں خاموش رہ جاتے تھے۔ سچ بتاؤں تو مما ہی بابا سے جھگڑا کرتی تھیں اور تب مما بہت بری بن جاتی تھیں، بہت زور سے بولتیں اور برتن اٹھا اٹھا کر زمین پر مارتی تھیں۔

مجھے گھر میں بالکل بھی مزہ نہیں آتا۔ میرا دل کرتا میں ہر وقت بس اسکول ہی میں رہوں۔ اسکول میں مجھے بہت مزہ آتا ہے، حنانہ میری بہت پیاری دوست ہے، وہ ایسی ایسی حرکتیں کرتی ہے کہ مجھے بہت ہنسی آتی ہے، کل ٹیچر اُجالا نہیں آئی تھیں تو ان کے پیریڈ میں حنانہ نے اتنا ہنسایا کہ میرے پیٹ میں درد ہو گیا۔ کاش ایسا ہوتا ہم سب ہر وقت اسکول میں ہی رہتے، گھر نا جانا پڑتا کیونکہ وہاں تو ہر وقت لڑائی ہوتی رہتی ہے۔

حجاب

حجاب میرے عقیدے کا واضح اظہار ہے۔ یہ دوسروں کے لیے اللہ تعالیٰ کے وجود کی یاد دہانی ہے اور میرے لیے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینے کی یاد دہانی..... میرا حجاب مجھے مستعد اور آمادہ کرتا ہے کہ ''ہوشیار ہو جاؤ..... تمھارا طرزِ عمل ایک مسلم کی طرح ہونا چاہیے۔''

جس طرح پولیس کا ایک سپاہی اپنی وردی میں اپنے پیشے کا لحاظ رکھتا ہے، اسی طرح میرا حجاب بھی میری مسلم شناخت کو تقویت دیتا ہے۔

جاپانی نومسلمہ ''خولہ کاتا'' کی تحریر سے اقتباس

خاوند کے لیے وظیفہ

وفا سلیمان۔ حیدرآباد

اگر کسی کا خاوند کسی سے حرام تعلقات رکھتا ہو یا حرام کی کمائی گھر میں لائے یا کوئی اور غیر شرعی امور میں مبتلا ہو، تو بجائے جھگڑا کرنے کے اسے پیار محبت سے سمجھائیں۔ روزانہ دو رکعت صلوۃ الحاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے خوب دعائیں کریں اور اس کے ساتھ گیارہ دن تک ایک سو اکتالیس مرتبہ مندرجہ ذیل آیت کسی کھانے کی چیز پر دم کر کے انھیں کھلائیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ خاوند راہِ راست پر آجائیں گے۔

قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ (سورۂ مائدہ: آیت 100)

ایک دن مما اور بابا بہت لڑے۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا تھا، رونا بھی آرہا تھا مگر میں ضبط کرتے ہوئے ماہ پارو اور ارقم کو چپ کروا رہی تھی۔ میں نے نہیں رونا تھا ورنہ ماہی اور ارقم کے آنسوؤں کے آگے بند باندھنا مشکل ہوجاتا۔ مما بابا کی پہلی بیوی کو اور ان کے بچوں کو بہت بُری گالیاں دے رہی تھیں اور بابا کو اس بات پر ہمیشہ غصہ آتا تھا۔ کاش کوئی مما کو خاموش کرادے یا پھر بابا گھر سے باہر چلے جائیں، مگر دونوں ہی لڑتے رہے، میں نے اپنے دونوں کان بند کردیے، اپنے ہاتھوں سے، مگر آواز پھر بھی آرہی تھی..... اف کیا کروں؟

''ارقم میرا بیٹا ہے۔ یہ اب میرے پاس رہے گا۔'' اچانک بابا اندر داخل ہوئے اور اُنھوں نے ارقم کو اٹھانے کی کوشش کی مگر وہ ڈرا ہوا تھا اس لیے فوراً میرے پیچھے چھپ گیا۔

''نہیں! تم میرے بیٹے کو مجھ سے نہیں چھین سکتے۔'' مما فوراً اندر آئیں اور انھوں نے ارقم کو جھپٹ کر اٹھالیا۔

''یہ میرا بیٹا ہے اور میں اسے تم جیسی عورت کے پاس نہیں رکھ سکتا..... چھوڑو اسے۔''

بابا نے ارقم کو مما سے لینے کی کوشش کی، ارقم ڈر کر چیخ چیخ کر رونے لگا تو بابا غصے سے کمرے کا دروازہ کھول کر گھر سے چلے گئے۔

مما وہیں بیٹھ کر رونے لگیں اور ماموں کا نمبر ملا کر چیخ چیخ کر کہنے لگیں: ''اس شخص نے مجھے طلاق دے دی ہے مراد، کہتا ہے ارقم کو تم سے چھین لوں گا، مجھے یہاں سے لے جاؤ! پلیز جلدی کرو۔'' اور پھر بہت دیر مما ماموں سے بات کرتی رہیں۔

دو دن بعد ماموں لوگ آئے اور خوب لمبی لمبی باتیں ہوئیں اور پھر مما نے مجھے کہا: ''یہ گھر ارقم کے نام ہے، ہم اس گھر کو چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے۔'' چلو شکر ہے میرا اسکول تو نہیں چھوٹے گا ناں! مجھے کچھ تسلی ہوئی۔ اب بابا گھر آتے ہیں، مگر اوپر والے پورشن میں بالکل بھی نہیں آتے۔ مما کہتی ہیں میرا اب ان سے پردہ ہے۔ اکثر باتیں مجھے سمجھ نہیں آتیں!

حنانہ کی مما تو ایسی نہیں ہیں۔ پھر میری مما ایسی کیوں ہیں؟ حنانہ کہتی ہے میرے مما بابا نہیں لڑتے، وہ کتنی خوش نصیب ہے ناں! اس کے مما بابا ساتھ رہتے ہیں اور میں.....

میں ایسی کیوں ہوں؟

استغفر اللہ! مجھے ایسا نہیں سوچنا چاہیے، ٹیچر کہتی ہیں انسان کو ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اوہو سوری اللہ! مجھے معاف کردیجیے۔ اب ایسا نہیں کروں گی۔ چلو شکر ہے میری امی زندہ تو ہیں ناں! اگر مر جاتیں تو میں اور ماہ پارو کہاں جاتیں اور شکر ہے ہم اس گھر میں رہ تو رہے ہیں، بابا کہتے ہیں میں آپ کو اس گھر سے نکال دوں گا، مگر ابھی تک تو نہیں نکالا۔ بابا دل کے اچھے ہیں وہ ہمیں نکالیں گے بھی نہیں، اور سب سے بڑی بات میرا ابلّا میرا ارقم تو میرے ساتھ رہتا ہے ناں! شکر ہے بابا نے اسے ہم سے چھینا نہیں ہے۔ تو جب اتنی ساری باتیں ہیں تو میں بھی تو خوش نصیب ہوئی ناں!

پیارے اللہ تیرا شکر ہے!

☆☆☆

1987ء سے خدمت میں مصروف

پُھلبھری، برص

LEUCODERMA-VITILIGO

تمام جلدی بیماریوں کا مؤثر اور بے ضرر علاج

سفید داغ قابلِ علاج مرض ہے

STEROIDS FREE
MOST PROGRESSIVE
TREATMENT

ایوارڈ زیافتہ، ممتاز معالج
اجمل زیدی کے صاحبزادے
اقدس زیدی
(ماہرِ برص)

کے دورۂ پاکستان کا مستقل پروگرام

کراچی قیام	1مارچ تا 10مارچ، 1جولائی تا 10جولائی، 1نومبر تا 10نومبر فارچون سنٹر آفس نمبر 706 ساتویں منزل شارع فیصل زیبرا بالمقابل K.F.C کراچی موبائل: 8566188(0300)	ملتان قیام
لاہور قیام	11فروری تا 20فروری، 11جون تا 20جون، 11اکتوبر تا 20اکتوبر مدینہ ٹاور، آفس نمبر 512 پانچویں منزل، مسلم ٹاؤن موڑ، فیروز پور روڈ، بالمقابل جامعہ اشرفیہ لاہور 0300-8566188	اسلام آباد مستقل پتہ

12مارچ تا 17مارچ، 12جولائی تا 17جولائی، 12نومبر تا 17نومبر
ہوٹل سلور سینڈ، ریلوے روڈ نزد چوک عزیز ہوٹل، ملتان
موبائل 8566188(0300)

25مارچ تا 25مئی، 25جولائی تا 25ستمبر، 25نومبر تا 25جنوری
مکان نمبر 62 سٹریٹ نمبر 20 سیکٹر G-8-1 تعلیمی چوک (سریاچوک) اسلام آباد
موبائل: 8566188(0300)

leucodermatreatment@outlook.com

کچھ تو دان کرو

صبیحہ عماد

''اماں.....فریج پھر خراب ہوگیا ہے۔''

بلی نے حسبِ عادت چیخ کر اپنی ماں کو مطلع کیا۔

''اری ہاں ناں مجھے صبح ہی اندازہ ہوگیا تھا تو کیوں چیخ کر میرے کان کے پردے پھاڑ رہی ہے۔'' اماں نے کلس کر جواب دیا۔

''بتاؤ ذرا ابھی کچھ مہینے پہلے ہی صحیح کروایا تھا۔ منحوس مارا پھر خراب ہوگیا۔ اب کہاں سے لاؤں اتنے پیسے جو فریج تبدیل کروالیں۔'' اماں بڑبڑاتیں رہیں۔

ایسا نہیں تھا کہ اماں کوئی دس بارہ بچوں کی اماں تھیں اور وہ لوگ انتہائی غریب تھے۔ اماں، بلی اور بلی کے ابا پورا گھرانہ ان تین نفوس پر مشتمل تھا۔ ابا کی چھوٹی سہی پرکریانے کی اپنی دکان تھی۔ گزر بسر اچھی خاصی ہو ہی جاتی تھی، مگر اماں کو ناشکری کرنے کی پرانی عادت تھی تو پیسہ جوڑنے کی پیدائشی خصلت! وہ اپنی ساس کے زمانے کے اس فریج کو کم از کم بیس سال مزید چلانا چاہتی تھیں، مگر فریج کی خستہ حالت کے پیشِ نظر ایسا ہونا ممکن نظر آنہیں رہا تھا۔ فریج کے بغیر ان کا گزارا تھا بھی نہیں کہ ایک ہی دفعہ اس منحوس کو بیچ کر قصہ تمام کر دیتیں۔ گزارا یوں نہیں تھا کہ آس پڑوس سے تعلق ایسا نہیں تھا کہ کوئی ان کے گھر کی کوئی چیز اپنے فریج میں رکھ لیتا۔ دوسرے انھیں کئی کئی دن پرانے کھانے ننھی منھی کٹوریوں میں رکھنے کی عادت تھی۔ سبزی پلاؤ میں پرانی باسی ہر قسم کی سبزی ڈال دی جاتی، دلیہ میں ہر قسم کی دالیں اور گوشت کے سالن تو وہ ایسے سنبھال کے رکھتیں کہ بس کبھی کبھار ہی پکائی گئی بریانی کے لیے وہ فریز پرانے سالن نکال کر بریانی کا مصالحہ بناتیں۔ یوں بریانی بنتی اور ابا اور بلی وہی شکر کر کے کھا لیتے۔

اب تو فقیروں نے بھی ان کے گھر سے کھانا مانگنا چھوڑ دیا تھا۔ پتا تھا صفا چٹ انکار ہوگا۔ کبھی کبھار گھر گھر چیزیں بیچنے والی غریب بوڑھی عورتیں اگر کچھ مانگ بھی لیتیں تو اماں دیر تک بڑبڑاتی رہتیں کہ لو بھلا ہمارا ہی گھر نظر آتا ہے کہاں سے لائیں اتنی مہنگائی میں ان کو دینے کے لیے کھانا!!

خیر! فریج کے خراب ہوتے ہی سب سے بڑا مسئلہ جو سامنے آیا وہ یہ تھا کہ آج جو تازہ تازہ آلو گوشت پکا ہے اسے کہاں رکھیں گے؟ گرمی اتنی شدید تھی کہ اگر باہر رکھا رہ گیا تو لازماً خراب ہوجائے گا۔ ابا نے صبح ہی شیدے قسائی کی گائے کٹتے ہی آدھا کلو گوشت گھر بھجوا دیا تھا اس تاکید کے ساتھ کہ پورا پکا لینا۔ سب کے کھانا کھانے کے بعد بھی حسبِ معمول سالن بچ رہا جس کو محفوظ کرنے کا مسئلہ درپیش تھا۔

''بلی تو ایسا کر خالہ حفیظہ کے ہاں سالن رکھ آ.....'' اماں کو جلدی میں ان کا خیال آیا۔

''پَر اماں ان کے یہاں تو تالا پڑا ہے۔ میں نے شام میں دیکھا تھا۔ کل انھوں نے مدرسے والی باجی کو بھی بتایا تھا کہ میں اپنی بیٹی کے گھر جاؤں گی۔''

اب اس سالن کا کیا کروں؟ اماں سوچنے لگیں۔ محلے میں ویسے ہی ان کا بہت کم میل جول تھا۔ اس لیے کہ وہ صرف چیزیں لینا جانتی تھیں دینا نہیں۔ محلے والے بھی آخر کب تک برداشت کرتے تو اب تو بس سب سے دعا سلام تھی۔

ابا کھاپی کے دکان کا حساب کرنے بیٹھ گئے۔ 10 سالہ بلی اِدھر اُدھر چکراتی رہی۔ تھوڑی دیر کو دروازے کے باہر گئی پھر آ کر اماں سے کہنے لگی کہ اماں چاچا غفور (ٹین ڈبے والا) اس وقت ریڑھی لے کر آ رہا ہے۔ لاؤ یہ کھانا اس کو دے دوں کیا پتا وہ بھوکا ہو۔

اماں نے اس کو کھا جانے والی نظروں سے گھورا اور بولیں:

''کم بخت لوٹھا کی لوٹھا ہوگئی ہے مگر ذرا جو عقل آئی ہو۔ آج کا تازہ پکا ہوا کھانے دے دوں، کل پھر ہم کیا کھائیں گے؟''

''تو اماں کچھ اور پکا لینا۔ ابا روز دکان سے سبزی ترکاری بھیجتے تو ہیں۔''

''ناں تو اس کا مطلب ہے کہ گوشت کا پکا ہوا سالن اس بڈھے کو دے دوں۔''

اماں کو تاؤ آ گیا۔

''اماں..... پیاری اماں آج چاچا اس وقت بھی ریڑھی لیے پھر رہا ہے ورنہ وہ اس وقت کہاں آتا ہے؟'' بلی چاچا غفور سے بہت ہمدردی رکھتی تھی۔ رات میں جب وہ اور ابا لمبی لمبی باتیں کرتے تھے تو ابا نے اسے چاچے کے بارے میں بتایا تھا کہ بے چارہ اکیلا ایک چھوٹی سی کٹیا میں رہتا ہے۔

''اماں مدرسے والی باجی نے بتایا تھا کہ بھوکے کو کھانا کھلانا بڑا ثواب ہے۔''

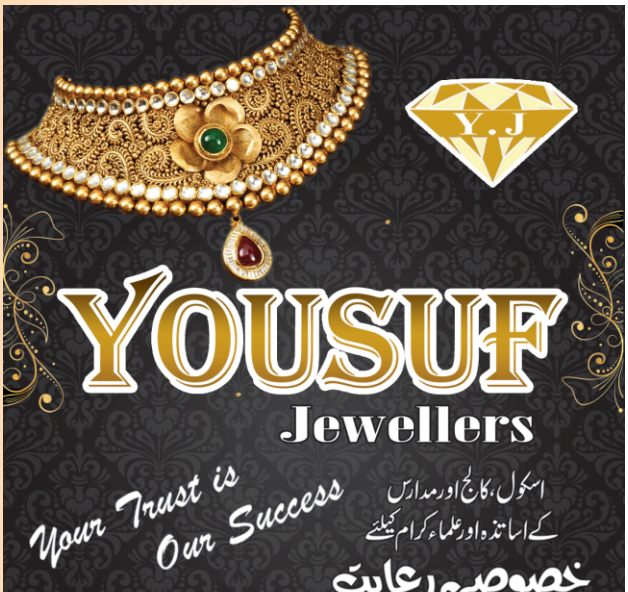

بنت عبدالمجید۔فیصل آباد

ٹائلوں والا گھر

''ارے رے رے۔۔۔آپ ایسے کیسے اندر آرہے ہیں!!؟ ساتھ ہی میٹ پڑا ہے، اس پر مٹی والے جوتے صاف کر کے صاف جوتے پہن کر آنا تھا ناں!! سارا فرش گندا کر دیا!''

نجمہ جو صبح سے دو بار پوچا لگا چکی تھی، تیسری دفعہ فرش کی حالت دیکھ کر چپ نہ رہ سکی۔

ایک تو بندہ پورا دن آفس میں نظم وضبط کے نام پر خجل خوار ہو کر تھکا ہارا گھر لوٹے ۔۔۔ اور آتے ہی تم شروع ہو جاتی ہو! زندگی کا سارا چین سکون برباد ہو کے رہ گیا ہے۔ سر کی ڈانٹ سن کر آئے عدنان صاحب جل بھن کر رہ گئے۔

☆☆

''ہائے! یہ میرے بچے کے سر پر گومڑ کیسے بنا؟'' حسن کی دادی جو آج ہی گھر پہنچی تھیں، حلیمہ سے پوچھنے لگیں۔

''وہ اماں! یہ ٹائلوں سے پھسل کر گر پڑا۔''

''تو کس نے کہا تھا یہ بیسن گھر کے عین وسط میں لا کھڑا کرو، میرے بچے کا سر توڑ دیا۔''

☆☆

''بیٹا! جوتے تبدیل کر کے جاؤ واش روم میں!''

فرحان کو جو تقریباً اڑتا ہوا جا رہا تھا، بریک لگانا پڑ گئی۔

''ایک تو امی انسان کو کتنی ہی ایمرجنسی کیوں نہ ہو، آپ کو جوتوں کی پڑی رہتی ہے!''

لہجے میں دھیما سا احتجاج در آیا۔

''آخر تمھارا کیا کروں میں؟ یہ واش روم والے جوتے تو اتار لیتے۔ ساری ٹائلیں گیلی کر دی ہیں۔ اب پوچا پکڑو اور لگاؤ خود۔ نظم وضبط تو اس گھر میں سرے سے ہے ہی نہیں۔'' فرحان کے واش روم سے نکلتے ہی امی غصے سے بولیں۔

☆☆

''ارے خالہ! یہ آپ کے بازو کو کیا ہوا؟'' ہمسائی خالدہ نے رشیدہ بی بی کے پلستر چڑھے بازو کو دیکھ کر کہا۔

یہ موئی ٹائلیں باتھ روم میں لگا رکھی ہیں۔ اب مجھ جیسا بیمار بندہ کیسے پیر ٹکا کر چلے۔ پھسل کے گری اور بازو ٹوٹ گیا۔

☆☆

بچے جیسے ہی اسکول سے تھکے ہارے اندر داخل ہوئے، عالیہ نے وہیں سے ہانک لگائی۔

''خبردار! کوئی بچہ اندر نہ آئے۔ وہیں کھڑے رہو جب تک ٹائلیں خشک نہیں ہو جاتیں۔ نہیں تو اتنے خراب نشان پڑ جاتے ہیں۔'' تینوں بچوں نے شرافت کے ساتھ بیگ رکھے اور دروازے پر ہی ڈھیر ہو گئے کیونکہ حکم عدولی پر ایک ناقابل برداشت طوفان کا اندیشہ تھا۔

☆☆

''امی! آپ اتنی جلدی آ گئیں؟ ابھی صبح ہی تو گئی تھیں بڑی بھابھی کے گھر ذرا اور رہ لیتیں دل بہل جاتا۔'' عثمان نے کہا۔

''ارے وہ تو پورا دن لٹو کی طرح جھاڑو پوچھا ہاتھ میں پکڑے گھومتی رہتی ہے۔ ذرا خیال نہیں کہ کوئی بزرگ آیا ہے دو گھڑی اس کے پاس بیٹھ جائیں۔''

اماں کی تقریر شروع ہو چکی تھی۔

☆☆

عثمان بھائی گاؤں سے شہر شفٹ ہوئے تو اپنی ایک عدد گائے بھی ساتھ لے آئے۔ گھر خوب ٹائلوں سے آراستہ تھا۔ گائے کو کمرے میں لایا گیا۔ اب گائے تو پھسل پھسل کر گرے۔ بڑی مشکل سے وہ وہاں پر سیٹ ہوئی۔ مسئلہ تب بنا جب گائے کو گھر کی دہلیز پار کروانا تھا۔ اب حل یہ نکلا کہ دو تین گٹور رکھے جاتے۔ گائے اس پر سے گزرتی تو پیچھے والے گٹوا ٹھا کر آگے رکھے جاتے اور یوں وہ گھر سے باہر نکلی۔

☆☆

یہ ہر ایسے گھر کی کہانی ہے جو ٹائلوں سے مزین ہے۔ اس سے گھر دیدہ زیب تو لگتا ہے لیکن خاتون خانہ پر صفائی کی ایسی فکر مسلط ہو جاتی ہے کہ چھڑاؤ بھی تو جان نہ چھوٹے۔

●●

''اری! تو تجھے کیا پتا ہے کہ وہ بھوکا ہے۔'' اماں آخر کار زچ ہو گئیں۔

آلو گوشت تو وہ کبھی کبھار ہی انتہائی اہتمام سے پکاتی تھیں۔ وہ تو دال سبزی تک فریج کے کونوں میں چھپا کر رکھتیں اور دوسرے کھانوں کے ساتھ ملا کر استعمال کر لیا کرتی تھیں۔ یہ تو پھر گوشت کا سالن تھا وہ بھی تازہ تازہ۔ اماں کا تو سمجھو دل ہی سکڑ گیا تھا چاچے کو دینے کے نام پر۔

''پر اماں اگر چاچا بھوکا نہ ہوتا تو اس وقت ریڑھی لے کر کیوں نکلتا اور اماں وہ تو کسی سے اپنے منہ سے مانگتا بھی نہیں ہے۔'' بلی نے اماں کو رام کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور آخر میں دھمکی دیتے ہوئے بولی کہ اماں میں تو چاچے کو باہر بٹھا آئی تھی، اب جا کر اسے کہتی ہوں کہ چلا جائے ہمارے یہاں کچھ کھانے کو نہیں ہے ہم خود فاقے کرتے ہیں۔ وہ یہ سب کہتے ہوئے آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔ پتا نہیں کیا ہوا کہ اماں کا دل پسیج گیا، کہنے لگیں: ''اچھا! جا اس کو بول میں لا رہی ہوں کھانا۔''

بلی چاچا کو بتا کر واپس آئی تو اماں نے کٹوری میں سالن نکال دیا تھا۔ گن کر دو بوٹیاں اور ایک آلو اور کچھ شوربہ۔

''اللہ اماں! اتنا سا سالن؟''

''ہاں تو میں نے کچھ بچا لیا ہے۔ کیا پتا صبح تک صحیح رہے تو ناشتے میں کھا لیں گے۔'' اماں کا دل نہ تھا کہ پورا سالن دے دیتیں۔

''اور روٹی؟'' بلی نے سوالیہ نظروں سے اماں کو دیکھا تو وہ چمک کر بولیں: ''اے اب اس کو بولے روٹیاں سامنے تندور سے لے لے۔''

''اماں پیاری اماں کیا ہو جائے گا اگر ہم دو روٹیاں بھی دے دیں۔''

بلی نے آخر کار اماں کو منا ہی لیا۔

اس نے سالن اور روٹی سلیقے سے ٹرے میں رکھی اور دروازے کی اوٹ سے کھانا دے آئی۔ کھانا کھانے کے بعد چاچا غفور نے جھولی پھیلائی اور گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگا:

''اے اللہ! آج اس گھر کی مالکن نے میری من پسند چیز میرے آگے رکھی تو میرے مولا اس گھر کی مالکن کے آگے ساری زندگی اس کی من پسند چیز رکھنا۔ اے اللہ! اس گھر کا دستر خوان وسیع کرنا اور اس گھر کے باسیوں پر دنیا جہاں کی نعمتوں کا دروازہ کھول دینا۔ اے اللہ! جیسے اس مالکن نے آج میرا دل خوش کیا آپ سدا اس کا دل خوش کرنا۔''

اندر اماں خوشی سے سرشار یہ دعا کیے جا رہی تھی کہ اللہ پاک اب ہمیشہ دینے والا ہی بنائے۔ آج چاچے کے دل سے نکلی دعاؤں نے اماں کے اندر تک کی اور، اور، اور کی ہوس کو دھو ڈالا تھا۔

●●

چڑیا کہانی

نانو کا گھر ۷

تنزیلہ احمد

دن جتنا بھی ہنگامہ خیز کیوں نہ ہو، رات آ کر ہی رہتی ہے۔ کل شام مغرب ہونے سے قبل چڑیا حسب معمول چلی گئی۔ چوں چوں ہبسکس کی ٹہنی پر ہی ٹنگا رہ گیا۔ منہ اس نے آسمان کی جانب اٹھائے رکھا۔ بار بار اپنے پَر تولتا رہا۔ ذرا ذرا سا پھدک کر اوپر والی ٹہنی تک جا پہنچا۔ عشاء ہونے تک معصوم اسی انتظار میں رہا کہ ماں ابھی آئے گی، اور مجھے اڑا لے جائے گی۔

ہمیں چوں چوں کی فکر ہونے لگی اور ترس بھی آئے۔

''اس طرح تو بے چارہ اکڑ جائے گا۔ سارا دن کا تھکا ہارا ہے۔ سو جائے تو اچھا ہے۔''

یہ سوچ کر لائونج کی بتی وقت سے پہلے ہی گل کر دی۔ وہ ٹہنی پر ہی سمٹ کر سو دیا۔

اک ٹہنی پر تنہا چوں چوں
سر نیہوڑ کر ہی سو گیا تھا

اس کی آنکھ لگی تو ہم دبے پاؤں چل کر اپنے کام نمٹاتے رہے تاکہ چوں چوں کی نیند نہ ٹوٹے۔ آتے جاتے اسے دیکھتے کہ ٹھیک تو ہے نا۔ دعا کرتے رہے کہ صبح چڑیا کے آنے تک سب خیر خیریت رہے۔

میں نماز فجر کے لیے اٹھی تو ممی نماز ادا کر چکی تھیں۔

''چوں چوں ٹھیک ہے۔۔۔ دیکھا؟'' ممی سے پوچھا۔

وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ ہاتھ کے اشارے سے پتا نہیں کہہ دیا۔

بھاگ کر پودے کے پاس آئی۔ بچہ اپنا سر پروں میں چھپائے سو رہا تھا۔ پیار سے انگلی اس کے پروں پر پھیری اور ''شکر ہے ٹھیک ہے'' کہہ کر وضو کرنے چلی گئی۔

حسب معمول چڑیا منہ اندھیرے ہی آ گئی۔

پہلے تار پر جھولتی رہی۔ کچھ دیر بعد پانی پیا۔ پھر چوں چوں کو ڈھونڈا اور ناشتا کروایا۔ ہم نے مطمئن ہو کر اپنے کمرے کا دروازا بند کر لیا۔ ناشتے کے لیے اُٹھے تو مشق جاری تھی۔

کل جو بچہ صرف بالشت بھر کی چھلانگ لگا پا رہا تھا، ماشاء اللہ آج وہ تین چار فٹ اُونچی اُڑان با آسانی بھر رہا ہے۔ دو روز ہو گئے ہمیں دیکھتے ہوئے، اس لیے چوں چوں ہم سے مانوس ہو چکا ہے۔ ہم اپنے کام نمٹاتے ہیں وہ بے فکری سے اِدھر اُدھر پھدکتا رہتا ہے۔ ماں آتی ہے کھانا کھلا کر اُڑنے کی ترغیب دیتی ہے۔ یہ کوشش کرتا رہتا ہے۔ پھر چڑیا آدھ پون گھنٹے کے لیے چلی جاتی ہے۔ اس دوران چوں چوں کبھی ہمیں دیکھتا ہے کبھی پَر تولتا ہے۔ کبھی انگڑائی لیتا اور کبھی جمائی لے کر اونگھنے لگتا ہے۔ بڑوں پودوں سے اُڑان بھر کر چھوٹے پودوں کے اسٹینڈ پر جا بیٹھتا ہے۔ اب تو یہ اپنے پَر اور چونچ صاف کرنا، اور تولنا اور اُڑان بھرنے کے لیے شست لینا بھی سیکھ چکا ہے۔

میں اس سے باتیں کرتی ہوں، آپ تو بہت بہادر ہو، پیارے بچے ہو، اور یہ چھوٹے چھوٹے بٹنوں جیسی کالی آنکھیں گھماتا رہتا ہے۔

ممی نے پیار سے دیکھتے ہوئے اسے کہا: ''یہ تو ہمارا کھلونا ہے، پیارا کھلونا۔۔۔''

چوں چوں مگن انداز میں پر صاف کرتا رہا۔ ہمیں یقین ہے وہ ہماری باتیں سنتا اور پیار کو سمجھتا ہے۔ ہم اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔

''تم اس پر کہانی لکھ سکتی ہو۔'' ممی کہنے لگیں۔

''میں نے تو بلکہ سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ نانو کا گھر۔۔۔''

''نانو کا گھر؟'' وہ حیران ہوئیں۔

''آپ کا گھر، نانو۔۔۔'' آنکھ کے اشارے سے میں نے کہا۔

ممی ہنسنے لگیں۔ بے ساختہ دل سے دعا نکلی کہ ممی یونہی ہنسی مسکراتی رہیں، صحت و سلامتی سے لمبی زندگی جئیں اور گھر آباد رہے۔ آمین

چڑیا کھانا کھلانے آئی تو چوں چوں فوراً اچھل کر ماں پر چڑھ گیا۔ چڑیا پھدک کر پیچھے ہوئے اور اڑ گئی۔ ممی بے ساختہ ہنس دیں۔

''معصوم نے سوچا کہ چلو ماں اس طرح اُڑا کر لے چلو۔''

''چوں چوں آپ یہیں رہ جاؤ۔ دیکھو نانو کتنا خوش ہو رہی ہیں۔'' چھوٹی نے کہا۔

اسی دوران چڑیا پھر آ گئی۔ اور پھر ہم نے وہ منظر دیکھا جس نے میرا دل تو خوشی اور اطمینان سے بھر دیا ہے۔

دوستو! کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ وہ منظر کیا ہو گا؟

ہماری نظروں کے عین سامنے چڑیا ماں اور چوں چوں کی دو بہنیں تھیں۔ وہ اسے لینے اور دیکھنے آئی تھیں۔ چڑیا اڑنا سکھاتی رہی اور بہنیں پیچھے پیچھے رہیں۔ تبھی میری نظر پہلی منزل کے بنیرے کی طرف اٹھی۔ ریلنگ کے پاس چڑا چوکس سپاہی کی طرح اپنے پَر پھیلا کر گردن اُٹھائے ہاتھ میں نادیدہ بندوق تھامے اوپر پہرہ دے رہا تھا۔ ساتھ میں تیسرا بچہ تھا۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ چڑا ہو گا تبھی باپ کے ساتھ حفاظت کا فرض سرانجام دے رہا تھا۔ اک پورا خاندان ہمارے سامنے تھا۔ اتفاق میں برکت، اتحاد، احساس و یگانگت اور مکمل فیملی کا نمونا۔۔۔ اللہ اکبر!

اب آپ جان گئے نا کہ کس قدر خوش کن منظر تھا۔ تینوں بچے صحیح سلامت بڑے ہو چکے ہیں۔ ہم نے انھیں پہچان لیا کہ گردن سے ذرا نیچے سینے کے پاس تینوں بچوں کے بال نہیں تھے۔ سلسلہ پڑھنے والے وجہ جانتے ہی ہوں گے۔

بچوں کو اڑا لے جانے کے اگلے روز ہی جب چڑیا اکیلی گھر آئی اور نیا گھونسلہ بنانا شروع کر دیا تو ہمارا دل خفا ہوا کہ کیسے بچوں سے بے خبر پھر رہی ہے۔ اس نے بچے گما دیے ہیں شاید۔ پر بچے اپنا گھر بار نہیں بھولے تھے۔ بلکہ ماں کے ساتھ چھوٹے بھائی کو لینے آئے تھے۔ چوں چوں ان کے ساتھ اڑ کر تو نہ جا سکا مگر بہنوں بھائی کو دیکھ لیا۔

اب ہم مطمئن ہیں کہ نانو کے گھر سے جانے کے بعد چوں چوں اکیلا نہیں ہو گا۔ وہ اپنے بہن بھائی کے ساتھ ہو گا۔ ان سے سیکھے گا، وہ چھوٹے کا خیال رکھیں گے۔ چاروں مل جل کر کھیلیں گے اور دنیا دیکھیں گے۔ ان شاء اللہ

یہ خوب جئیں اور پلے بڑھیں گے کہ ہم سب کی دعائیں اور پیار چڑیا کے بچوں کے ساتھ ہیں۔

جاری ہے

☆☆☆

بزمِ خواتین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

☆شمارہ ۱۰۸۰ سرورق منفرد لگا۔ آئینہ گفتار کی جگہ 'قدم قدم پر روشن ستارے ہیں' نے لی ہوئی تھی۔ نصیحت کرتی، اندھیروں سے ڈراتی تحریر تھی۔ 'غیرتِ مسلم زندہ ہے' ام محمد سلمان ہر موضوع پر اتنا زبردست لکھتی ہے کہ پڑھتے ہوئے کہانی میں کھو سے جاتے ہیں۔ قلم کی روانی قابل دید ہے ماشاء اللہ، زیر تبصرہ کہانی بھی خوب تھی۔ 'آپ بھی سن لیں ذرا' اہلیہ راشد اقبال نے نکمے لڑکوں اور نکمی لڑکیوں کی اچھی طرح کلاس لی شکر الحمدللہ کہ ہم ایسی نکمی لڑکیوں کی فہرست میں شامل نہیں کہ ''جنہیں انڈا ابالنے کا کہہ دو تو سر پر ڈنڈے برساتی نظر آتی ہے چائے کا کہہ دو تو جوشاندہ ہاتھ میں پکڑا دیتی ہیں۔'' مقبروں کی چھاؤں میں رہتی مساجد' دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی ہم تو سمجھے تھے کہ آئینہ گفتار تعطیل پر ہے پڑھ کر دل افسوس سے بھر گیا۔ شمارہ ۱۰۹۳ کا سرورق دیکھا دیکھا سا لگا۔ چیک کرنے پر پتا چلا کہ ۱۰۴۳ بھی بالکل ایسا ہی تھا۔ 'ایک منے کی سرگزشت' عشرت جہاں پڑھ کر ہم نے بے اختیار اپنے ڈیڑھ سالہ بھائی کو دیکھا۔ کہیں اس کی بھی اپنی آپا کے بارے میں ایسے خیالات تو نہیں۔ خیر ہمارے منے بھائی کے یہ خیالات نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کو گود میں بٹھائے پڑھنے کی کوشش میں ہمارا رسالہ کئی دفعہ پھٹ چکا ہے اور ہماری کاپیاں بھی ان کی مشق ستم کا شکار ہو چکی ہے یعنی کہ گتے سے محروم ہو چکی ہے۔ جب ہم لکھنے بیٹھیں تو یہ حضرت تشریف لا کر صفحے کو کھینچنا شروع کر دیتے ہیں یا تھپڑ مارنا شروع کر دیتے ہیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ارے اے منے ہماری جان بخش دو! 'ایک مہکتا گلدستہ' آئینہ گفتار میں آپ نے باجی صاحبہ کی کتاب پر بہت اچھا تبصرہ کیا۔ 'تعزیت یا زحمت' اپنی تحریر دیکھ کر خوشی ہوئی اور حیرت بھی ہم یہ تحریر تصور کی آنکھ سے ردی کی ٹوکری میں دیکھ چکے تھے۔ مگر تقریباً دو سال بعد شائع ہو کر ہمارے تصور کو غلط ثابت کر دیا۔ 'بزم خواتین' میں اپنا تبصرہ دیکھ کر خوشی دوبالا ہو گئی یعنی کہ ایک رسالے میں ہماری دو تحریریں۔ (حیا احمد۔ کراچی)

☆شمارہ ۱۱۰۶ ہمارے طویل انتظار کے بعد ہمارے ہاتھوں میں تو بزم خواتین والا صفحہ کھولا ہمارا خط تو ندارد تھا، قرآن و حدیث سے مستفید ہونے کے بعد 'خواتین کے دینی مسائل' پڑھے۔ ہم نے بھی چند سوال کیے تھے جو کہ ابھی تک شائع نہیں ہوئے۔ 'ستاروں کی نگاہیں جم گئی سکے کی بستی پر' پڑھا تو بے اختیار آنکھوں میں نمی آ گئی کبھی تو ہمارے انتظار کی گھڑیاں ختم ہوں گی اور ہم اپنے نبی جی کے در پر حاضر ہوں گے۔ 'آئینہ گفتار' میں 'جذباتی احمق نہ بنیے' مدیر چاچو نے بہت ہی اچھا سبق دیا اس رسالے میں 'آئینہ گفتار' کی جگہ محمد فضیل فاروق نے لی ہوئی تھی۔ 'یوم شوہر' عفت مظہر نے یوم شوہر کے بارے میں بہت ہی اچھا لکھا۔ 'زمین، درخت اور ننھی سی بیل' صبیحہ عماد کی گزشتہ سے پیوستہ بہت ہی اچھی لگی جس کی تعریف کے لیے الفاظ نہیں مل رہے توکل کا عجیب واقعہ پڑھ کر بہت فائدہ ہوا اللہ تبارک وتعالیٰ پر یقین اور زیادہ بڑھ گیا۔ (حور عینا بنت محمد الیاس۔ ٹھل نجیب)

☆شمارہ ۱۰۸۷ 'القرآن والحدیث' کے بعد 'خواتین کے دینی مسائل' پڑھے۔ اس سے ہمیں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اس دفعہ 'آئینہ گفتار' کی جگہ گلدستہ سجا تھا۔ عامرہ احسان صاحبہ کی ہر تحریر ہمارے دل کے تاروں کو چھوتی ہے۔ 'حکمت کے موتی' بھی لاجواب سلسلے توڑ گیا دکھی کر گئی۔ اس دفعہ 'کلینک' میں بہت رش لگا ہوا تھا۔ 'درگزر کا ثواب، نیند، ابھی عشق کے، وفاداری کا انجام، نقش قدم اور مہمان نوازی' سب بہت زبردست لگیں اور رسالے کی جان جو تحریر لگتی ہے وہ ناول ہے جبین چیمہ صاحبہ کا۔ اس ناول کے لیے الفاظ نہیں ہیں ہمارے پاس۔ بہت خوب، پھر آخر میں بزمِ خواتین میں حاضری لگائی۔ شمارہ ۱۰۸۸ ٹائٹل پیج بہت خوب صورت لگا۔ 'القرآن الحدیث' کے بعد 'مسائل' کی طرف آئی۔ مختصر تحریر 'فراست' بہت اچھی تھی۔ 'رسمی افطار پارٹیاں' پہلے بھی کہیں پڑھ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ لوگ عمل پر آ جائیں۔ 'وجود زن سے ہے' یہ حقیقت ہے مگر ابوالحسن آپ کی ہر تحریر ہمیں دنوں تک اداس رکھتی ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ اللہ آپ کی رہائی کا سامان جلد از جلد کرے، آمین۔

(اہلیہ ہاشم۔ ناظم آباد، کراچی)

☆شمارہ ۱۰۹۶ کا آئینہ گفتار 'ایام قربانی سے پہلے قربان کیجیے' بہت پسند آیا۔ 'کرچیاں' تحریر دکھی کرنے والی تحریر تھی۔ مکمل ہونے پر تبصرہ کروں گی۔ 'بیٹیاں' قرأت گلستان نے زبردست لکھا۔ 'پہلا سبق' اپنے اَن مٹ نشان دل پر ثبت کر گیا۔ میری یہ عادت ہے کہ میں تحریر میں جو بھی اچھی بات پڑھوں گھر میں آپی، بھابی اور امی کو بھی بتاتی ہوں۔ جہاں ضرورت محسوس ہو وہاں رشتے داروں میں بھی انہی رسالوں سے تبلیغ کرتی ہوں اور سب میری باتیں غور سے سنتے ہیں۔ تھوڑی سی یادداشت کمزور ہے مگر اچھی بات یاد رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ لکھنے والوں کو جزائے خیر دے۔ آمین۔ 'تلخ حقیقت' اپنی بہن کی تحریر دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور پسند بھی آئی۔ اس کے شائع ہونے سے پہلے میں اسے تنگ کرتی تھی کہ میری تحریریں شائع ہوتی ہیں، تمہاری نہیں ہوں گی۔ 'مسکراتی یادیں' پڑھ کر میں بھی مسکرائی.....! (بنت مولوی شبیر احمد۔ وہاڑی)

☆شمارہ ۱۱۰۰ کے 'آئینہ گفتار' کو پڑھ کر بہت اچھا سبق ملا، اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ محترمہ عامرہ احسان کی تحریر 'فاختہ' زبردست تھی۔ بنت شکیل اختر کی تحریر 'حسن محتاج نہیں' بہت پسند آئی۔ اہلیہ راشد اقبال کا ناول 'عقل اور نقل' اچھا لگا۔ 'بزم خواتین' میں اپنا خط دیکھ کر خوشی ہوئی۔ شمارہ ۱۱۰۱ کی 'ایک بے بی کی دکھ بھری کہانی' پڑھ کر ہم بے ساختہ مسکرا اٹھے۔ ام محمد سلمان کی تحریر 'ہائے کلیجی' پڑھ کر افسوس سا ہوا۔ پہلا حق تو مستحق ہمسایوں کا ہے۔ حفصہ شکیل کی تحریر 'کوئی بات نہیں' اچھی لگی۔ ہم نے بھی اس کو اپنا تکیہ کلام بنا لیا۔ بنت مولوی شبیر احمد کی تحریر 'چھوٹی سی خطا' پڑھ کر بے ساختہ ان کے لیے دل سے دعا نکلی، یہی بھوت اکثر ہمارے سر پر بھی سوار رہتا ہے، لیکن اب ہم نے اکیلے وزن اٹھانے سے پکی توبہ کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ بنت شبیر کو صحت، عافیت و برکت والی زندگی دے۔ آمین! (بنت ملک اشرف۔ گڑھا موڑ)

☆شمارہ ۱۰۹۰ کا کیا ہی پیارا سرورق ہے۔ قرآن و حدیث و فقہ کے بعد مدیر چاچو سے شادی کے احوال سنے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے میری بہن نے اپنے محلے کے دو بزرگوں کے بارے میں کہا کہ ہم ان کی شادیاں کرا دیں جن کی عمر ۱۰۰ سال سے بھی زیادہ ہیں۔ 'آخر کیا وجہ ہے؟' سچ میں یہی بات تو دل کی کسک بن گئی ہے کہ آخر وجہ کیا ہے؟ 'چھوٹی بھابی' بہت ہی اچھے انداز میں اختتام پذیر ہوئی۔ سچ میں مزا آ گیا۔ 'اور میں اپنے وعدے پر پورا اتروں گا' کی یہ قسط بہت ہی خوش کن تھی۔ 'اثر جون پوری کی نظم وقت کے لحاظ سے بہت موزوں تھی۔ 'یا شافی' یا اللہ ہمارا یقین اپنے اوپر کامل کر دے۔ 'چوتھی بار' اگر ہمت کر کے کسی کام سے جڑے رہیں تو نتیجہ اچھا ہی ہوتا ہے۔ 'ایک دلخراش واقعہ' پڑھ کر سب کو سنائی خدا ہمیں بھی صبر کامل دے۔ 'کچھ چنگ چی کے بارے میں' پڑھ کر لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ 'موازنہ میکہ و سسرال' اور 'گلدستہ' دونوں ہی اچھے تھے۔

(خدیجۃ الکبریٰ بنت مولانا محمد امتیاز فاروقی۔ رسول پور)

8-اکتوبر 2005 کو آزاد کشمیر اور خیبر پختونخوا میں قیامت صغریٰ برپا کرنے والے 6.7 شدت کے تباہ کن زلزلے میں 19 ہزار بچوں سمیت 87 ہزار سے زائد افراد لقمہ اجل بنے، یہ سانحہ 35 لاکھ افراد کو بے گھر بھی کر گیا، جبکہ مجموعی طور پر 80 لاکھ افراد متاثر ہوئے۔

مظفر آباد اور بالاکوٹ زلزلے سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے شہر تھے، دیگر متاثرہ علاقوں میں باغ، راولاکوٹ، بٹگرام، ایبٹ آباد، ناران کاغان اور اسلام آباد شامل تھے، زلزلے سے 6 لاکھ مکانات، 17 ہزار سکول اور ہسپتالوں سمیت 78 ہزار عمارتیں بھی ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہو گئیں۔

بنت ملک اشرف۔ گڑھا موڑ

حسن ظن

''حسن ظن کی بیماری اللہ کرے سب کو لگ جائے۔''

مائرہ نے کلاس میں داخل ہوتے ہی کہا۔

جہاں سب لڑکیوں کے کام کرتے ہاتھ رکے، وہیں میں منٹ کے ہزارویں حصے میں اس کے سر پر پہنچ گئی اور اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا:

''مائرہ خیریت تو ہے؟ کچھ تو خدا کا خوف کرو..... کیسے منہ بھر کے بد دعا دے رہی ہو..... مجھے مائرہ خان تم سے یہ امید نہ تھی..... تمھارے بارے میں بہت اچھا سا خاکہ بنا ہوا تھا میرے ذہن میں..... لیکن مائرہ آج سب ملیامیٹ ہوگیا..... کسی کو دعا نہیں دے سکتے تو بد دعا بھی نہیں دینی چاہیے۔''

''کیا مطلب میں نے کسی کو اور کب بد دعا دی ہے؟'' مائرہ نے حیران ہو کر کہا۔

''ابھی تو تم نے کہا ہے کہ کانے کن (کان) کی بیماری سب کو لگ جائے۔'' مجھے اس کے بھلکڑ پن پر غصہ آیا۔

مائرہ نے پہلے تو کچھ دیر اپنے دانتوں کی نمائش کروائی پھر بولی: ''میں نے کانے کن نہیں 'حسن ظن' کہا ہے۔''

ساری کلاس ہنسنے لگی تو میں نے کان کھجاتے ہوئے مائرہ کا ہاتھ پکڑا اور باہر آ گئی تا کہ اس سے پوچھ سکوں کہ اس جملے کے پیچھے اس کی کون سی کہانی پوشیدہ ہے۔

''اب جلدی سے بتاؤ کہ کیا بات ہے کیونکہ تم مجھے پہلے کی بنسبت آج سنجیدہ لگ رہی ہو۔'' مائرہ نے پہلے ٹھنڈی سانس بھری اور پھر بولی:

ہمارے گھر ایک غموں کی ماری خالہ کام کرتی تھیں..... ان کے شوہر دیہاڑی پر مزدور تھے..... گھر کی گزر بسر اچھی ہو رہی تھی کہ اچانک ان کی بیٹی کا گردوں کا مسئلہ ہوگیا۔ امی کی ان سے ملاقات ہمسایوں کے گھر ہوئی۔ ان کی دکھ بھری داستان سن کر امی نے ان کی مالی امداد بھی کی اور انھیں گھر کام پھر بھی رکھ لیا۔ خالہ کام صاف ستھرا کرتیں اور وقت کی بہت پابند تھیں۔ ہم سب خالہ سے بہت مانوس ہوگئے تھے۔ کچھ دن پہلے امی کے پرس سے پیسے گم ہوگئے..... ہر جگہ تلاش کیے پیسوں کو نہ ملنا تھا نہ وہ ملے..... پہلے تو امی نے خود ڈھونڈے۔ پھر مجھے بلایا اور بتایا تو میں نے بھی ہر جگہ دیکھ لیے، بھابی اور بھائی آئے انھوں نے بھی پرس اور الماری دیکھ ڈالی اب سب پریشان ہوگئے کہ پیسے کہاں جا سکتے ہیں۔ امی نے بتایا کہ الماری کو تالا بھی نہیں لگایا ہوا تھا، تو پیسے کون اٹھا سکتا ہے۔ بھائی جان بولے کہ میرے خیال میں گھر کا کوئی فرد تو یہ کام کر نہیں سکتا۔ چھوٹے بھائی نے جھٹ خالہ کا نام لے دیا۔

خا..... خالہ..... امی ہکا بکا رہ گئیں۔

''مجھے بھی یہی لگ رہا ہے۔'' بھابی نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔

''میں خالہ سے پوچھتا ہوں۔'' بڑے بھائی نے کہا تو امی جان بولیں:

''نن..... نہیں..... یہ بات غلط ہے..... تم لوگوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کسی پر الزام تراشی کرنے کا..... کیوں کسی غریب کی خون پسینے کی کمائی روک کر بد دعا لینا چاہتے ہو..... ویسے بھی آپ لوگوں کے پاس کوئی ثبوت بھی نہیں کہ چوری خالہ نے ہی کی ہے۔''

''لیکن امی ان سے بات کر لینے میں کیا حرج ہے۔'' بڑے بھائی پھر بولے۔

''دیکھو بیٹا! جہاں بھی گئے مگر تم میں سے کوئی بھی خالہ سے بات نہیں کرے گا۔ کیا تم لوگ ان کی دو سالہ ایمان داری کو بھول گئے جب انھوں نے چوری کی ہی نہیں تو ہم کیوں ان سے تفتیش کریں وہ کیا سوچیں گی کہ مجھ پر الزام لگانے کے لیے کام پر رکھا تھا۔ مجھے نہیں لگتا کہ وہ ایسا کر سکتی ہیں۔ مجھے یہی لگ رہا کہ شاید میں کہیں رکھ کر بھول گئی ہوں۔ بس جو کچھ بھی ہے تم لوگ اللہ سے دعا کرو۔ خواہ مخواہ خالہ پر شک نہ کرو۔''

اگلے دن خالہ آئیں تو بہت چپ سی تھیں، کام کر کے امی کے پاس آ کر بیٹھ گئیں، کہنے لگیں مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔ دراصل کل میں نے آپ لوگوں کی باتیں سن لی تھیں۔ سب بچے مجھ پر شک کر رہے تھے لیکن آپ..... میری صفائی میں مسلسل بول رہی تھیں۔ آپ کی باتیں میرے دل کو لگیں..... آپ بہت اعلیٰ ظرف ہیں، امی کے تو پسینے چھوٹ گئے۔

امی نے کہا: ''بہن! میں بچوں کی طرف سے معذرت کرتی ہوں آپ ان کی باتوں کا غصہ نہ کرنا۔ ابھی ناسمجھ ہیں ناں اس لیے ایسا کہہ رہے تھے اور ویسے بھی.....''

''بس بہنا میں آپ کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ وہ پیسے میں نے ہی چرائے تھے۔'' خالہ نے امی کی بات کو درمیان میں ہی ٹوکتے ہوئے کہا۔

امی ہکا بکا ان کا منہ ہی دیکھتی رہ گئیں۔

پھر خالہ کہنے لگیں: ''یہ میری زندگی کی پہلی چوری تھی۔ مجھے اپنی بیٹی کے آپریشن کے لیے پیسوں کی ضرورت تھی اور شاید میں اس فعل کی عادی ہو جاتی اگر آپ لوگوں کی باتیں نہ سن لیتی۔ آپ کے حسن ظن نے مجھے اندر ہی اندر جھنجھوڑ ڈالا۔ کل کی ساری رات میں نے مصلے پر بیٹھ کر گزار دی اپنے اللہ سے آپ کے لیے بہت دعا کی جس نے مجھے بھٹکنے سے بچا لیا۔

اچھا بہن میں چلتی ہوں ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا..... میں کل سے کام پر نہیں آؤں گی۔ مجھ میں آپ کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ یہ آپ کے پیسے ہیں..... ان شاء اللہ اللہ آپ کو بہت دے گا۔ میں بہت شرمندہ ہوں ایک دفعہ پھر کہتی ہوں کہ ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔'' اتنا کہہ کر خالی چلی گئیں اور امی انھیں جاتا ہوا دیکھتی رہ گئیں۔

''آج صبح امی نے مجھے بتایا تو مجھے بہت افسوس ہوا۔ صرف امی کے حسن ظن نے ایک تو چوری ہوئے پیسے لوٹا دیے اور دوسرا کسی غریب کو ہمیشہ کے لیے بھٹکنے سے بچا لیا۔ اب تم خود ہی بتاؤ کہ حسن ظن کی بیماری ہر کسی کو لگنی چاہیے یا نہیں۔''

''واقعی لگنی چاہیے.....'' میں خود سے ایک عزم کرتے ہوئے اٹھی اور مائرہ کے ساتھ کلاس کی طرف چل دی۔

قاریات بہنو! تو کیا آپ سب بھی 'حسن ظن' رکھنے کا ارادہ کرتی ہیں؟